ICNC اسپیشل رپورٹ سیریز| جلد 8 ستمبر 2021ء

پاکستان میں پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم)

قمر جعفری

ICNC International Center on Nonviolent Conflict

پاکستان کی پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم)
از قمر جعفری (2021ء)
شائع شدہ از ICNC پریس

اعلانِ دست برداری: اس اشاعت میں استعمال کیے گئے عہدے اور پیش کیے گئے مواد سے جس رائے کا اظہار ہوتا ہے، اس کا ICNC سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ اس میں موجود حقائق کے انتخاب اور اسے پیش کرنے کے ذمہ دار مصنفین ہیں، جس میں یہاں پیش کردہ کوئی بھی یا تمام آرا شامل ہیں، ضروری نہیں کہ ICNC کی رائے سے مطابقت رکھتی ہوں اور کسی بھی صورت ادارے کی رائے نہیں ہے۔

انٹرنیشنل سینٹر آن نان وائیلنٹ کونفلکٹ
600 نیو ہیمپشائر ایونیو این ڈبلیو، سوئٹ 710، واشنگٹن ڈی سی، 20037 ریاست ہائے متحدہ امریکا
www.nonviolent-conflict.org

سیریز ایڈیٹر: ڈاکٹر میکی بارتھوسکی
والیوم ایڈیٹر: بروس پیئرسن
رابطہ: www.nonviolent-conflict.org

© انٹرنیشنل سینٹر آن نان وائیلنٹ کونفلکٹ
قمر جعفری
جملہ حقوق محفوظ
آئی ایس بی این: 978-1-943271-81-8

ICNC اسپیشل رپورٹ سیریز

پاکستان میں
پشتون تحفظ موومنٹ
(پی ٹی ایم)

قمر جعفری

ICNC PRESS

فہرست

تعارف 1

I۔ جنگ، شکوے شکایات اور ردِ عمل کا چناؤ 2

II۔ عدم تشدد کی تحریک کا ابھرنا اور اس کے ابتدائی اقدامات 6

III۔ عدم تشدد پر مبنی مزاحمت کی عملی ضرورت 9

IV۔ پی ٹی ایم کے لیے تاریخی اسباق: باچاخان، اُن کی سرخ پوش تحریک اور عدم تشدد پر مبنی ’بدل‘ کا ثقافتی قاعدہ 10

V۔ پی ٹی ایم قیادت: رکنیت میں تنوّع اور خواتین کی شرکت 14

VI۔ تحریک کی حکمت عملیاں اور تدابیر 18

ا۔ انتشاری تدابیر 18

ب۔ رابطے کی حکمت عملیاں 18

ج۔ تعمیری انتظام اور تخلیقی اقدام 21

د۔ آئینی کوششوں کے ساتھ شہری مزاحمت کی تزویراتی تکمیل 23

VII۔ ریاست کا جبر و تشدد اور عدم تشدد پر مبنی ضوابط کو برقرار رکھنے کے لیے پی ٹی ایم کی حکمت عملیاں 25

ا۔ جبر و تشدد اور پی ٹی ایم کے خلاف پروپیگنڈا 25

ب۔ جبر و تشدد کا سامنا کرتے ہوئے پی ٹی ایم کے عدم تشدد پر مبنی ضوابط 27

VIII۔ پی ٹی ایم کے اثرات 29

عدم تشدد پر مبنی کامیاب مزاحمت کے لیے پی ٹی ایم کے اہم نکات 32

ا۔ عام لوگوں کو تحریک دینا 32

ب۔ مہمات کے لیے مقامی سطح پر سرمایہ اکٹھا کرنا 32

ج۔ مقامی اشرافیہ کو شامل کرنا 32

د۔ مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مل کر کام 32

ہ۔ مزاحمتی تحریک کی مقامی روایت کی بنیاد پر آگے بڑھنا 33

و۔ عدم تشدد کے ضوابط کو تقویت دینا 33

ز۔ خواتین کی قائدانہ عہدوں پر شمولیت 33

ح۔مختلف نسلی گروہوں کی نمائندگی 33
ط۔سوشل میڈیا کا متوازن استعمال 33

ضمیمہ I: دہشت گرد گروہ، دہشت گردی کے خلاف جنگ اور قبائلی پشتونوں پر ان کے اثرات 35
ضمیمہ II: انٹرویو دینے والے افراد پر ایک نوٹ 38
کتابوں کے حوالہ جات 39
تصویروں کے حوالہ جات 41
بشکریہ 42

ٹیکسٹ باکس، جدول، تصاویر اور نقشے

ٹیکسٹ باکس 1۔ قبائلی علاقہ جات کیا ہیں؟ 3
ٹیکسٹ باکس 2۔ ایف سی آر کیا ہے؟ 5
ٹیکسٹ باکس 3۔ پشتون ولی کیا ہے؟ 13
جدول 1۔ آر ایس ایم اور پی ٹی ایم کا تقابل 11
جدول 2۔ اس تحقیق میں انٹرویو دینے والے افراد 38
تصویر 1۔محسود تحفظ موومنٹ کا ایک مظاہرہ 7
تصویر 2۔ نو تشکیل شدہ پی ٹی ایم کا پشاور میں ایک جلسہ 8
تصویر 3۔ پی ٹی ایم کا ایک حامی اپنے بچوں کے ہمراہ، باچا خان اور پی ٹی ایم رہنما منظور پشتین کی تصویریں لیے 12
تصویر 4۔ پی ٹی ایم کارکن طارق کی ٹویٹ 15
تصویر 5۔ پی ٹی ایم رہنما ثنا اعجاز کی ٹویٹ 16
تصویر 6۔منظور پشتین بنوں کے لانگ مارچ میں شرکت بڑھانے کے لیے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے 20

تصویر 7۔ ایک پی ٹی ایم کارکن مقامی لوگوں میں تقسیم کے لیے فلائرز کے بنڈل اٹھائے ہوئے 21
تصویر 8۔ پی ٹی ایم رہنما محسن داوڑ کی ٹوئٹ 22
تصویر 9۔ پی ٹی ایم کے ایک جلسے میں کارکن چندہ اکٹھا کرتے ہوئے 23
تصویر 10۔ پی ٹی ایم کے جلسے میں جانے کے لیے بس پر بیٹھے ہوئے نوجوان 24
تصویر 11۔ پی ٹی ایم رہنما منظور پشتین کی ٹوئٹ 26
نقشہ 1۔ 2020-2018ء میں پی ٹی ایم جلسوں کے مقامات 19
نقشہ 2۔ پاک-افغان سرحد پر واقع سات سابق قبائلی علاقہ جات 36

تعارف

27 جنوری 2020ء کو نصف شب پشاور میں مارے گئے ایک چھاپے میں پاکستان پولیس نے انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھانے والے منظور پشتین کو گرفتار کیا، جن پر سازش، غداری اور دیگر مبینہ جرائم کے الزامات لگائے گئے۔ جب اگلے دن کا سورج طلوع ہوا تو لاکھوں افراد مظاہرے کے لیے سڑکوں پر موجود تھے۔ سات سالوں میں منظور پشتین اور ان کے ساتھیوں نے ایک ایسی شہری مزاحمت کی تحریک کھڑی کر دی تھی جو پاکستان کی اقلیتی پشتون قبائل کے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ردعمل میں پیدا ہوئی تھی۔ پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم)[1] کے رہنما کی حیثیت سے منظور پشتین نے تحریک کو اپنی جدوجہد کے لیے عدم تشدد پر مبنی تدابیر اختیار کرنے کی راہ دکھائی۔ پی ٹی ایم کی تحریک اور اس کی کامیابیوں کے نتیجے میں ردعمل میں پاکستانی ریاست نے تحریک کو دبانے کے لیے جسمانی اور انتظامی جبر و تشدد کا استعمال کیا اور ایک ایسا مختلف بیانیہ تخلیق کیا جو پشتونوں کے حوالے سے عام غلط فہمیوں پر مبنی تھا مثلاً وہ فطرتاً جنگجو ہوتے ہیں اور ان کا علاقہ جہادیوں کا گڑھ ہے۔

ایک ایسے خطے میں جو دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ سے بُری طرح متاثر ہوا، پی ٹی ایم نے تبدیلی لانے کے لیے قبائلی روایات اور آئینی جدوجہد کے عالمی معیارات کے مطابق ایک فیصلہ کُن تحریک کا آغاز کیا جو عدم تشدد کے نظریے پر مبنی ہے۔ ایسی تحریک جو اتنی مضبوط ہے کہ ریاست اسے نظرانداز نہیں کر پائی اور اس سے نمٹنے کے لیے جبر و تشدد کا راستہ اختیار کیا۔

تحریک کے رہنماؤں اور میدانِ عمل میں مہم کے شرکا سے انٹرویوز پر مبنی یہ خصوصی رپورٹ مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات دیتی ہے:

- پی ٹی ایم کیسے اور کیوں ابھری؟ پاکستانی پشتون پی ٹی ایم کا حصہ بن کر عدم تشدد کا نظریہ رکھنے والی مزاحمت میں کیوں شامل ہوئے؟
- پی ٹی ایم کی قیادت اور تنظیمی ڈھانچا کیا ہے اور اس کی رکنیت میں کتنا تنوّع ہے؟
- خواتین نے پی ٹی ایم میں کیا کردار ادا کیا ہے؟
- عدم تشدد کے نظریے کی حامل مزاحمتی تحریک کی تدابیر اور حکمت عملیاں کیا ہیں جو پی ٹی ایم نے پاکستانی پشتونوں کے شہری حقوق حاصل کرنے کے لیے اختیار کی ہیں؟
- ریاستی جبر و تشدد کے مقابلے میں پی ٹی ایم عدم تشدد کے نظریے پر قائم ہے؟
- نچلی سطح پر پی ٹی ایم کے منظّم ہونے اور عدم تشدد کے نظریے کے ساتھ مزاحمت کرنے کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟
- پی ٹی ایم کے تجربے سے حاصل ہونے والے اہم اسباق کیا ہیں؟

1 تحفظ کا انگریزی میں ترجمہ "پروٹیکشن" ہے۔ اس لیے اسپیشل رپورٹ میں انگریزی میں تحریک کا نام پشتون پروٹیکشن موومنٹ لکھا گیا ہے۔ جبکہ عام مخفف "پی ٹی ایم" ہی ہے۔

I۔ جنگ، شکوے شکایات اور ردِ عمل کا چناؤ

افغانستان میں جنگ نے پاکستان کے قبائلی علاقہ جات میں پشتونوں کے لیے صورت حال کو غیر مستحکم بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ جب امریکا نے نائن الیون کے دہشت گرد حملوں کے بعد افغانستان پر چڑھائی کی تو کئی طالبان جنگجوؤں نے پاکستان کے قبائلی علاقوں میں پناہ لے لی (وزیر 2019 ء)۔[2] طالبان نے اس علاقے کو پڑوسی افغانستان میں اپنی عسکریت پسندانہ مہمات اور حکومتِ پاکستان اور یہاں کے شہریوں کے خلاف پُرتشدد حملوں کے لیے ٹھکانے کے طور پر استعمال کیا (سیئرز 2007ء)۔ پاکستان نے شورش پھیلانے والوں کے خلاف امریکا کے ساتھ اتحاد کیا اور تب سے پاکستان کی فوج امریکی مدد سے قبائلی علاقوں میں سات بڑے فوجی آپریشن کر چکی ہے، جو خطے میں زبردست متوازی نقصان (کولیٹرل ڈیمج) اور عدم استحکام کا سبب بنا ہے۔[3] البتہ اس علاقائی تنازع میں غیر ریاستی عناصر کا جال ذرا پیچیدہ ہے، حکومتِ پاکستان طالبان کو بے ڈھنگے انداز میں دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے: "اچھے طالبان" یا مجاہدین – جو افغانوں اور حقانی نیٹ ورک پر مشتمل ہیں جنھیں پاکستان نواز سمجھا جاتا ہے – اور "بُرے طالبان" – بنام تحریکِ طالبان پاکستان جسے حکومتِ پاکستان کی جانب سے دشمن قرار دیا جاتا ہے۔

قبائلی علاقوں کے پشتون اس تنازع کا چار مختلف طریقوں میں نشانہ بنے ہیں۔ پہلے وہ براہِ راست جنگ سے متاثر ہوئے۔ جنگ کے دوران سخت کرفیو نے اُن کی اشیائے خورد و نوش اور صحت کی سہولیات تک رسائی کو متاثر کیا۔ بلا روک ٹوک بمباری، فضائی حملوں اور شہری ہجوم پر فائرنگ نے لوگوں کو بڑے پیمانے پر بے گھر کیا۔ 2014ء میں امریکا کی زیرِ قیادت آپریشن کے بعد پہلے مہینے میں ہی تقریباً 10 لاکھ پشتون داخلی طور پر بے گھر افراد (آئی ڈی پیز) بن گئے۔

دوسرا، افغانستان سے بھاگنے والے غیر ملکی جنگجوؤں (زیادہ تر طالبان اراکین) نے پشتونوں کو نشانہ بنایا۔ ایک بار ٹھکانہ بنا لینے کے بعد یہ غیر ملکی جنگجو مقامی نوجوانوں کو – زیادہ تر اسلامی مدارس کے بے روزگار طالب علموں کو – شدت پسندی کی تربیت دینا شروع ہو گئے اور خطے میں طالبان کے اقتدار کی بحالی اور افغانستان میں دوبارہ آمد کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ انھوں نے مقامی کاروباری اداروں سے بھتہ لینے اور قبائلی انتقام کی آگ بھڑکانے کے لیے بھی نوجوانوں کو بھرتی کیا (گنار تنا اور نیلسن 2008ء)۔ جب قبائلی بزرگوں نے اپنے لوگوں پر مظالم کے خلاف، بسا اوقات پُرتشدد جوابی کارروائی کے ذریعے،

---

2 زیادہ تر شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان میں، جن کی سرحدیں افغانستان سے ملتی ہیں۔ پاکستان کے قبائلی علاقہ جات فاٹا اور پاٹا کی وضاحت کے بارے میں جاننے کے لیے ٹیکسٹ باکس 1 دیکھیں۔

3 یہ سات آپریشنز تھے: آپریشن اینڈیورنگ فریڈم (2001–2002ء)؛ آپریشن المیزان (2002–2006ء)؛ آپریشن زلزلہ (2008ء)؛ آپریشن شیر دل قبائلی ضلع باجوڑ میں (2008–2009ء)؛ ضلع سوات میں راہِ حق (2007ء) اور ضلع سوات میں راہِ راست (2009ء)؛ آپریشن راہِ نجات (2009–2010ء)؛ آپریشن ضربِ عضب (2014ء)؛ اور آپریشن ردالفساد (2017ء)۔ کئی چھوٹے آپریشن بھی شروع کیے گئے تھے، مثلاً خیبر 4 آپریشن جولائی 2017ء میں کہ جس کی توجہ خیبر ایجنسی – سات ایجنسیوں میں سے ایک، یا سابقہ فاٹا کے علاقوں میں سے ایک – کے اندر سرحدی علاقوں پر تھی۔

ٹیکسٹ باکس 1: قبائلی علاقے کیا ہیں؟

وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات (فاٹا) شمال مغربی پاکستان میں سات قبائلی علاقوں (یا ایجنسیوں) پر مشتمل ہیں۔ یہ سات علاقے، جو اب اضلاع کہلاتے ہیں، باجوڑ، خیبر، کرم، مہمند، اورکزئی، شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان ہیں۔ 1947ء میں پاکستان کی آزادی کے بعد سے ہی صدرِ پاکستان فاٹا کے مکمل قانون ساز اور عملی حاکم تھے۔ پاکستان کے آئین نے ان علاقوں میں پارلیمانی اور آئینی عدالتوں کی عملداری کو باقاعدہ روکے رکھا۔

صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات (پاٹا) میں خیبر پختونخوا کا شمال مغربی ملاکنڈ ڈویژن شامل ہے۔ خیبر پختونخوا کا گورنر، جو ایک صدارتی نمائندہ ہوتا ہے، پاٹا کا قانونی و عملی حاکم ہے۔ صوبائی قانون ساز اسمبلی خیبر پختونخوا کے منتخب مقامی نمائندے اپنے اضلاع کے حوالے سے قانون سازی کا اختیار نہیں رکھتے۔ فاٹا کے برعکس پاٹا میں فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (دیکھیے ٹیکسٹ باکس 2) لاگو نہیں ہوتے۔

پشتون تحفظ موومنٹ کے ابھرنے کے بعد مئی 2018ء میں فاٹا کو آئینِ پاکستان کی 25 ویں ترمیم کے تحت صوبہ خیبر پختونخوا میں شامل کر کے آئینی حیثیت دی گئی۔ اس ترمیم نے منتخب اراکین کو اپنے مقامی اضلاع کے حوالے سے قانون سازی کا اختیار دے کر پاٹا کی سابقہ حیثیت کا بھی خاتمہ کر دیا۔

مزاحمت کی تو طالبان نے انھیں قتل کرنا اور اُن کے خاندانوں پر حملے کرنا شروع کر دیا۔[4] دریں اثناء فوج اور ریاستی انٹیلیجنس نے قبائلی علاقوں کی طالبانائزیشن کی تائید کی تا کہ پشتون ریاست کے قیام کی حوصلہ شکنی ہو جو افغانستان اور پاکستان کے شمال مغربی پشتون اکثریتی علاقوں پر مشتمل ہوتی۔

تیسرا، قبائلی پشتون پاکستان کی طالبان کو ہدف بنانے کی پالیسیوں کا نشانہ بنے۔ "بُرے طالبان" (ٹی ٹی پی) کا علاقے سے خاتمہ کرنے کے لیے پاکستان کی مسلح افواج نے مقامی جنگجوؤں پر مشتمل ملیشیاز بنائیں جو ٹی ٹی پی سے بھاگے ہوئے افراد اور مقامی نوجوانوں پر مشتمل تھیں۔ بجائے علاقے میں استحکام لانے کے ان ملیشیاز نے تاجروں اور دکانداروں سے بھتہ خوری کرنا اور حکم نہ بجالانے والوں کو مارنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔[5] یہ ملیشیاز قبائلی برادری میں ضم ہوگئی ہیں جو حکومت کی حمایت یافتہ امن کمیٹیوں میں شامل ہو رہی ہیں اور امن و امان کے قیام کے اختیارات حاصل کر رہی ہیں۔ البتہ امن قائم کرنے کے بجائے یہ گروہ اکثر و بیشتر تشدد کو پھیلانے، حجاموں، میوزک اسٹورز اور لڑکیوں کے اسکولوں پر حملوں میں ملوث ہوتے ہیں، جو اُن کی نظر میں غیر اسلامی ہیں (روگیو 2008ء)۔ مزید برآں، طالبان کے بھگوڑوں کی مقامی برادریوں میں شمولیت نے پاکستان میں پشتونوں کو دہشت گرد سمجھنے کے تاثر کو مزید بڑھا دیا ہے۔

4 مصنف کو دیے گئے ایک انٹرویو میں، انٹرویوی نمبر 6 نے، جو اسلام آباد میں پی ٹی ایم کے ایک کوآرڈینیٹر ہیں، کہا کہ "پی ٹی ایم کی آواز ہمارے مشران (پشتون معاشرے پر روایتی اختیار رکھنے والے مقامی رہنماؤں) کی جانب سے اٹھائی گئی لیکن اس آواز کو دبایا گیا۔ مشران جو مقامی سیاست دان ہوتے ہیں اور مقامی کشیدگی کی حرکیات کو سمجھتے ہیں "نامعلوم افراد" کی جانب سے مار دیے گئے۔

5 مصنف کو دیے گئے انٹرویو میں انٹرویوی نمبر 1 نے، جو ضلع ٹانک سے پی ٹی ایم کے ایک مرد کارکن ہیں، سکیورٹی اسٹیبلشمنٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ "وہ ملکوں، طالبانوں اور مشران پر مشتمل قبائلی علاقوں میں مختلف گروہ بنا رہے ہیں۔۔ وہ اپنی طالبان حمایت کی پالیسی کا خاتمہ نہیں چاہتے۔۔۔ اور ہم پشتونوں کو مارا جانا قبول نہیں کر سکتے۔

اور آخری یہ کہ پشتون پاکستان کی سکیورٹی پالیسی کے نفاذ کے تادیبی اقدامات تلے متاثر ہو رہے ہیں، جو بسا اوقات نسلی معاملات کو شدت پسند نظریات سے خلط ملط کرتے ہیں۔ جب داخلی طور پر بے گھر ہونے والے افراد حکومت کی اجازت کے بعد اپنے علاقوں میں واپس آئے تو انھیں سخت چیلنجز اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جن میں سکیورٹی چیک پوائنٹس پر ہراساں کیا جانا، بارودی سرنگیں، رشوت، مقامی افراد کی جبری گمشدگی اور قبائلی رہنماؤں کی ٹارگٹ کلنگ شامل ہیں (محسود 2016ء)۔[6] قبائلی پشتونوں کو برطانوی راج کے دور کے قانون، فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر)، کا بھی سامنا رہا جو مئی 2018ء تک انھیں انصاف کے حصول کے بنیادی حق سے محروم کیے رہا اور ریاست کو املاک کو تباہ کرنے اور پورے قبیلے کو ہی جبراً بے دخل کرنے جیسی اجتماعی سزائیں دینے کی اجازت دیتا رہا (ایف سی آر کے بارے میں مزید معلومات کے لیے ٹیکسٹ باکس 2 دیکھیں) ("فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن" 2019ء)۔

پشتون نوجوانوں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ ظالموں کے خلاف ویسے ہی تشدد کا استعمال کر کے ریاست کے جبر و تشدد کو چیلنج نہیں کر سکتے۔

ایسی ناانصافیوں کا سامنا کرنے والے پشتونوں نے ریاست کے خلاف اپنے شکوے شکایات کا کھلا اظہار کرنے کے لیے عدم تشدد کے راستے کو چُنا، باوجود اس کے کہ تشدد کی راہ اختیار کرنے کے واضح مواقع موجود ہیں۔ قبائلی علاقہ جات کے اسلحہ بازار، جو ریاست اور سرد جنگ کے دوران مغرب کی مدد سے خوب پھلے پھولے، جنوبی ایشیا میں اسلحہ و گولا بارود کی سب سے بڑی مارکیٹ سمجھے جاتے ہیں۔ یہ اسلحے کی بڑھتی ہوئی تجارت اور ہتھیار بنانے کی صنعت مقامی تنازعات میں بندوقوں کی موجودگی اور ان کے استعمال میں اضافہ کر چکی ہے۔ دریں اثنا، دہشت گرد گروہ بھرتی کے لیے تیزی سے پشتون نوجوانوں کو ہدف بنا رہے ہیں، اس کے باوجود پشتون نوجوانوں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ ظالموں کے خلاف ویسے ہی تشدد کا استعمال کر کے ریاست کے جبر و تشدد کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ طاقت کا جو خلا قبائلی رہنماؤں کے قتل سے پیدا ہوا، وہ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے آگے بڑھ کر پُر کیا ہے اور عدم تشدد پر مبنی راست اقدام جیسی پشتون روایت کو واپس لائے جو برطانوی راج کے دوران 1920ء اور 1930ء کی دہائی میں پہلی بار ابھری تھی۔

6 مقامی شہریوں اور انسانی حقوق کے اداروں نے پاکستان کی سکیورٹی فورسز اور عسکریت پسندوں دونوں کے ہاتھوں ماورائے عدالت قتل کا انکشاف کیا ہے۔ اگست 2009ء میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے اجتماعی قبریں دریافت کیں اور مشتبہ عسکریت پسندوں، اُن کے رشتہ داروں اور مشتبہ حامیوں کے ماورائے عدالت قتل کے بارے میں بتایا۔ ہیومن رائٹس واچ نے شہریوں کے ماورائے عدالت قتل سے بھی آگاہ کیا۔

ٹیکسٹ باکس 2: ایف سی آر کیا ہے؟*

1901ء میں ہندوستان میں برطانوی راج نے فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کی منظوری دی تھی، ایک ایسا خصوصی قانون جو خیبر پختونخوا، بلوچستان اور فاٹا جیسے پاکستان کے موجودہ علاقوں میں اجتماعی سزا کے عمل کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ اس قانون کے تحت مقامی ملکوں (حکومت کے مقرر کیے گئے قبائلی رہنماؤں) پر مشتمل جرگہ کسی مشتبہ شخص کی تحقیقات کر سکتا ہے اور اپنا فیصلہ علاقے کے پولیٹکل ایجنٹ (سول ایڈمنسٹریٹر جسے خیبر پختونخوا کا گورنر مقرر کرتا ہے) کے روبرو پیش کر سکتا ہے۔ پھر پولیٹکل ایجنٹ حتمی طور پر ملزم کو مجرم قرار دینے یا اسے بری کرنے کا فیصلہ کرتا اور وہ جرگے کے فیصلے کی پیروی کا پابند بھی نہیں تھا۔ پولیٹکل ایجنٹ کا فیصلہ اعلیٰ عدالتوں میں چیلنج بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اجتماعی سزا کا معاملہ کچھ ایسا تھا:

1. گاؤں یا قبیلے کے تمام اراکین قتل کے ذمہ دار ہوں گے اگر لاش ان کے علاقے سے ملے۔
2. کسی بھی فردِ واحد کے غلط کام کی صورت میں پورے قبیلے یا خاندان پر جرمانہ عائد ہو گا۔
3. اگر مجرم کے رشتہ داروں کی جانب سے جرمانہ ادا نہ کیا جائے تو جرمانہ ادا کرنے کے لیے مجرم کی املاک فروخت کر دی جاتی ہیں۔

ایف سی آر کا خاتمہ صوبہ خیبر پختونخوا سے 1956ء اور بلوچستان سے 1973ء میں ہوا۔ البتہ فاٹا میں ایف سی آر مئی 2018ء تک لاگو رہا، جو ریاست کے خلاف پی ٹی ایم کی بنیادی شکایت تھا۔ جب فاٹا کو باضابطہ طور پر خیبر پختونخوا میں شامل کیا گیا تو تبھی ایف سی آر کا واقعتاً خاتمہ ہوا۔

---

* ایف سی آر پر مزید معلومات کے لیے یوسف 2019ء دیکھیں۔

II۔ عدم تشدد کی تحریک کا آغاز اور اس کے ابتدائی اقدامات

2013ء میں داخلی طور پر بے گھر ہونے والے جامعات کے طلبہ نے جنوبی وزیرستان میں نچلی سطح پر ایک تحریک کا آغاز کیا اور ایک پشتون قبیلے محسود کے لیے زندگی اور املاک کے حق کا مطالبہ کیا۔ انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھانے والے منظور پشتین (دیکھیں تصویر 1) کی زیر قیادت محسود تحفظ موومنٹ (ایم ٹی ایم) نے محسود علاقے کو بارودی سرنگوں سے پاک کرنے، قبائلی افراد کی جبری گمشدگی کے مرتکب افراد کے خلاف غیر جانبدارانہ تحقیقات کرنے اور ان پر مقدمات قائم کرنے، سکیورٹی چیک پوائنٹس پر مقامی آبادی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ اختیار کرنے، ان سے رشوت لینے اور ٹارگٹ کلنگ (چاہے طالبان کی جانب سے ہو یا فوجی آپریشنز کے دوران) اور کشیدگی کے نتیجے میں پہنچنے والے نقصان کی تلافی کرنے کے مطالبات کیے ("پشتون تحفظ موومنٹ" 2012ء)۔ ایم ٹی ایم کی آواز میڈیا پر نہیں آئی لیکن تحریک نے جنوبی وزیرستان، شمالی وزیرستان اور خیبر پختونخوا کے شمال مغربی شہر ڈیرہ اسماعیل خان کے مقامی افراد میں زبردست مقبولیت حاصل کی، جو ملحقہ قبائلی علاقوں کے ہم خیال افراد کے ملنے کے لیے ایک موزوں مقام کی حیثیت رکھتا ہے (دیکھیں نقشہ 1 صفحہ 19 پر)۔

جنوری 2018ء کے اوائل میں کراچی میں ایک داخلی طور پر بے گھر فرد (آئی ڈی پی) نقیب اللہ محسود کو طالبان کے ساتھ تعلقات کے شبہ میں قتل کر دیا گیا۔ ایم ٹی ایم نے اس واقعے کی بھرپور میڈیا کوریج کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے حقوق کی خلاف ورزیوں کی جانب توجہ دلائی۔ نقیب اللہ کے لیے انصاف کے خواہاں کارکنوں نے ڈیرہ اسماعیل خان سے اسلام آباد کی طرف ایک لانگ مارچ کا اہتمام کیا، 300 میل کا فاصلہ طے کیا اور خیبر پختونخوا اور پنجاب کے مختلف شہروں سے گزرے۔ مظاہرے کے شرکا بسوں، ویگنوں، کاروں اور موٹر سائیکلوں کے کاروان کے ساتھ کئی شہروں گزرے تو ارد گرد کے اضلاع کے پشتون بھی حمایت میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب یہ تیسرے دن صوبائی دارالحکومت پشاور پہنچے تو فیصلہ کیا گیا کہ اب ایم ٹی ایم کا نام پشتون تحفظ موومنٹ ہو گا کیونکہ وہ تمام پشتونوں کا تحفظ چاہتے ہیں، صرف محسود قبیلے کا نہیں۔ پوری پشتون برادری ظالمانہ پالیسیوں کا نشانہ ہے، جن کی شکایات یکساں ہیں۔ تحریک اب تمام نسلی پشتونوں کے لیے ایک متحدہ پلیٹ فارم بن چکی تھی۔

جب مارچ کے شرکا دارالحکومت اسلام آباد پہنچے تو انھوں نے یکم فروری 2018ء کو دھرنے کی صورت میں ایک پشتون جرگے کا انعقاد کیا۔[7] دھرنے کے چھٹے روز قبائلی رہنماؤں کا ایک وفد، جس میں پی ٹی ایم رہنما منظور پشتین شامل تھے، وزیر اعظم پاکستان اور فوجی رہنماؤں سے ملا اور جرگے کے خدشات ان کے سامنے پیش کیے۔ وفد وزیر اعظم کے ساتھ ہونے والا ایک تحریری معاہدہ لے کر دھرنے میں واپس پہنچا، جس میں کہا گیا تھا کہ نقیب اللہ محسود کے قتل

پشتون آوازیں:

"کیونکہ نقیب اللہ محسود تھا اور ایم ٹی ایم ملک بھر میں محسودوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے بنائی گئی تھی، اس لیے نقیب اللہ کا قتل ایم ٹی ایم کی حمایت میں زبردست اضافہ ہونے کی اہم ترین وجوہات میں سے ایک تھا۔ ایم ٹی ایم کو اب میڈیا کی توجہ حاصل ہو چکی تھی جو پہلے محدود تھی کیونکہ 2001ء سے 2015ء تک جنوبی وزیرستان میں میڈیا کی رسائی نہیں تھی۔"

7 جرگہ ایک پشتون کونسل جس میں قبائلی رہنما ملکوں کے ساتھ مشاورت میں مقامی مسائل کو حل کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

تصویر 1: محسود تحفظ موومنٹ کا ایک مظاہرہ

2013ء میں جنوبی وزیرستان کے نوجوانوں نے محسود تحفظ موومنٹ قائم کی۔ اُردو کارڈ پر لکھا ہے: ‘‘عسکری اداروں کو عسکریت سے روکا جائے۔’’ منظور پشتین نے انگریزی میں کارڈ اٹھا رکھا ہے۔

میں مبینہ طور پر ملوث ہونے کی وجہ سے سینئر پولیس افسر راؤ انوار کو ملازمت سے معطل کر دیا گیا ہے اور تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے ان کے خلاف عدالتی کارروائی کی جائے گی۔ معاہدے میں پی ٹی ایم کے دیگر خدشات پر بھی بات کی گئی تھی، جن میں بارودی سرنگوں کی صفائی، ان کا نشانہ بننے والوں کو زرتلافی ادا کرنا اور محسود کے نام سے ایک انٹرمیڈیٹ کالج کا قیام شامل تھا۔

مشران (پشتون معاشرے میں روایتی طور پر اختیار رکھنے والے مقامی رہنماؤں)، ملک [8] اور نوجوانوں کی رائے تقسیم رہی۔ بزرگ فوری طور پر دھرنا ختم کرنے کے خواہاں تھے، جبکہ ملک چاہتے تھے کہ فوج کو خوش کرنے کے لیے آدھی رات کو خاموشی سے ہی مظاہرہ ختم کر دیا جائے۔ نوجوانوں نے وزیر اعظم کی جانب سے ٹیلی وژن پر بیان جاری کرنے کا مطالبہ کیا کہ وہ پشتونوں کی شکوے شکایات سے نمٹنے کے لیے علانیہ وعدہ کرنے کا اعلان کریں اور فوج، ملکوں اور دیگر سرکاری عہدیداروں کو ذمہ دار ٹھیرانے کے لیے ایک حقائق و مفاہمتی کمیشن قائم کریں۔ نوجوانوں کے ساتھ اتفاق نہ کرتے ہوئے ملکوں نے اپنی بسیں اور گاڑیاں لیں اور چلے گئے۔

---

8 ملک وہ مقامی اشرافیہ ہیں جو ریاست کی جانب سے ان جرگوں کا انتظام سنبھالنے کی ذمہ داری رکھتے ہیں۔ ملک کا نظام 1890ء میں برطانوی راج کی جانب سے شروع کیا گیا تھا اور یہ کردار موروثی ہے جو ملک کے بعد اس کے بیٹے کو ملتا ہے۔ ملکوں کے حوالے سے پی ٹی ایم کے کوآرڈینیٹر انٹرویوی نمبر 6 نے کہا کہ ” پشتون علاقوں میں برطانوی عملداری کو سہارا دینے والے یہی افراد حکومت کا حصہ ہیں۔ یہ پی ٹی ایم کے مخالف ہیں۔ مقامی افراد کے ہاتھوں ہمیں درپیش سب سے بڑا چیلنج اس نظام کے حامی ملکوں کی جانب سے ہے۔“

پی ٹی ایم کے نوجوان رہنما بدستور دھرنے میں موجود رہے جب تک انھیں حکومت کی جانب سے مزید یقین دہانیاں نہیں کروائی گئیں کہ معاہدے کی شرائط پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ انھوں نے حکومت کو اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے 30 دن کا وقت دیا اور خبردار کیا کہ اگر مطالبات پورا نہ ہوئے تو ایک مرتبہ پھر دھرنا دیا جائے گا۔ حکومت نے تحریک کا زور توڑنے، لاپتہ افراد کے خاندانوں، رشتہ داروں اور سوِل سوسائٹی کے اراکین کو خوش کرنے کے لیے ایک دن میں 100 لاپتہ افراد کو رہا کیا (خان 2018ء)۔ دریں اثنا، پی ٹی ایم نے چھ بنیادی اہداف کو حاصل کرنے کے لیے اپنی شہری مزاحمت کی حکمت عملیاں اور تدابیر جاری رکھیں:

تصویر 2: پشاور میں نئی قائم شدہ PTM کا جلسہ

1. پشتون علاقوں میں فوجی آپریشنز کے دوران انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تحقیقات کے لیے ایک حقائق سامنے لانے والے اور مفاہمتی کمیشن کا قیام؛
2. جبری طور پر لاپتہ کرنے کے سلسلے کا خاتمہ؛
3. جبری طور پر لاپتہ ہونے والے افراد کے لیے آزادانہ اور منصفانہ عدالتی کارروائی کو یقینی بناتے ہوئے انصاف کا حصول یقینی بنانا؛
4. قبائلی علاقوں سے بارودی سرنگوں کی صفائی اور جنوبی وزیرستان میں کرفیو کا خاتمہ؛
5. ماورائے عدالت قتل کے سلسلے کا خاتمہ؛ اور
6. سکیورٹی چیک پوائنٹس پر پشتون خاندانوں کی تحقیر و تذلیل کا سلسلہ بند کرنا۔

پشتون آوازیں:

"ہم نے پشتون علاقوں میں فوج کے مظالم بے نقاب کرنے کے لیے حقائق سامنے لانے والے ایک مفاہمتی کمیشن کے قیام کا مطالبہ کیا لیکن فوج اور ملکوں نے اس مطالبے سے اتفاق نہیں کیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ سچ (یعنی پشتونوں پر مظالم) تمام پشتونوں کو پتہ چلے کہ انھوں نے پشتونوں کو کیوں مارا؟ ہماری تذلیل کیوں کی؟ اس لیے ہمیں چند بین الاقوامی ثالثوں کے ساتھ ایسے کمیشن کی ضرورت ہے، لیکن فوج متفق نہیں۔ وہ اب بھی پشتون علاقوں میں دہشت گردوں (مثلاً طالبان اور امن کمیٹی) کی حمایت کرتی ہے۔۔ اس لیے ہم خاموش نہیں رہیں گے۔"

—انٹرویوی نمبر 1، ضلع ٹانک سے پی ٹی ایم رہنما۔

III۔ عدم تشدد پر مبنی مزاحمت کی حقیقت پسندانہ ضرورت

پی ٹی ایم کی جانب سے ریاست کے خلاف عدم تشدد پر مبنی مزاحمت اختیار کرنے کی ایک عملی ضرورت تھی۔ نوجوان کارکنوں نے سمجھ لیا کہ فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کے تحت ریاست کو اجتماعی سزا کا جو اختیار حاصل ہے، اس کی وجہ مسلح مزاحمت غیر موثر، بے کار اور خود کو اپنے ہاتھوں تباہ کرنے کے مترادف ہے (دیکھیں ٹیکسٹ باکس 2)۔ پی ٹی ایم رہنماؤں اور کارکنوں نے بلوچ تحریک کے اپنے حقوق مانگنے کے لیے مسلح تشدد کا راستہ اختیار کرنے کے نتائج سے سبق سیکھا۔ مصنف کو دیے گئے انٹرویو میں انٹرویوی نمبر 2، پشاور شہر سے ایک مرد یونیورسٹی طالب علم اور پی ٹی ایم کارکن، نے کہا کہ:

> ''بلوچ مزاحمتی تحریک پُرتشدد ہے اور ریاست نے اسے اس طرح کچلا کہ کوئی اُن کے مسائل کے بارے میں جانتا تک نہیں۔۔ ہمارے سکیورٹی اداروں کو تشدد کو کچلنے کی تربیت دی جاتی ہے، اس لیے وہ پُرتشدد مزاحمت سے نمٹ سکتے ہیں، لیکن وہ عدم تشدد پر مبنی مزاحمت کا سامنا نہیں کر سکتے۔''[9]

پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں نسلی بلوچ مزاحمتی گروپ، مثلاً بلوچ لبریشن آرمی، 1947ء سے اپنی وسیع تر خودمختاری اور خطے کے وسائل پر بہتر کنٹرول کے لیے پُرتشدد سرگرمیاں کر رہے ہیں۔[10] حکومت پاکستان نے بلوچ قوم پرستوں کے خلاف مختلف آپریشنز کیے۔ اس نے پاکستان کے عوام میں اور بین الاقوامی سطح پر بھی یہ تاثر پیدا کیا ہے کہ بلوچ ظلم اور ناانصافی کا نشانہ بننے کے بجائے ایک پُرتشدد تنازع میں برابر کا حصہ ہیں – جو حقوق حاصل کرنے کے لیے ان کی قانونی جدوجہد کو نقصان پہنچا رہا ہے۔[11] پی ٹی ایم نے اس سبق کو فراموش نہیں کیا، جیسا کہ پشاور شہر کے رہنماؤں میں سے ایک نے کہا کہ ''اگر ہم تشدد کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو ہماری سیاسی تحریک کمزور پڑے گی اور ٹوٹ جائے گی، جیسا کہ بلوچ مزاحمت کے ساتھ ہوا۔''[12]

15 جولائی 2018ء کو ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے پی ٹی ایم کے بانی رہنما منظور پشتین نے پی ٹی ایم کی طاقت کو فوج اور بندوقوں پر بھروسا کرنے والے عسکریت پسندوں سے مختلف قرار دیتے ہوئے کہا کہ:

> ''ہم اپنے صبر کی طاقت پر انحصار کرتے ہیں۔۔۔ اپنی بہادری کی طاقت پر۔۔ اپنی سرزمین سے اپنی محبت کی طاقت پر۔۔۔ اپنی ماؤں اور بہنوں کے ساتھ اپنے عزت و احترام (''ننگ،'' دیکھیں ٹیکسٹ باکس 3) کے تعلق کی طاقت پر۔ ہم ان (فوج اور دہشت گردوں) کے خلاف عدم تشدد کے خالی ہاتھوں سے لڑ رہے ہیں۔''[13]

---

9 انٹرویوی نمبر 2 کا انٹرویو، 29 اگست 2018ء.

10 مثلاً قدرتی گیس، تانبا اور سونا

11 گو کہ ایسا وقت بھی آیا ہے جب شورش روک دی گئی، مثلاً اپریل 2016ء میں جب بلوچ لبریشن آرمی کے چار کمانڈروں اور 14 جنگجوؤں نے تب مسلح مزاحمت کا خاتمہ کرتے ہوئے ہتھیار ڈالے جب ریاست کی جانب سے مفاہمت کی پیشکش کی گئی تھی، لیکن سکیورٹی فورسز کی جانب سے بلوچوں کے انسانی حقوق کی مستقل خلاف ورزیوں نے بلوچ نوجوانوں کو ریاست کے خلاف اپنی مسلح جدوجہد جاری رکھنے کی طرف دھکیل دیا۔

12 انٹرویوی نمبر 2 کے ساتھ انٹرویو، 29 اگست 2018ء

13 دی کلک پلس (یوٹیوب صارف)، ''ڈیرہ اسماعیل خان جلسہ میں منظور پشتین کی تقریر،'' 2018ء

IV۔ پی ٹی ایم کے لیے تاریخی اسباق: باچا خان، اُن کی سرخ پوش تحریک اور عدم تشدد پر مبنی 'بدل' کا ثقافتی قاعدہ

پی ٹی ایم کے رہنماؤں نے عدم تشدد پر مبنی حکمت عملی کے استعمال میں تحریک کی رہنمائی کرتے ہوئے عبد الغفار خان (المعروف باچا خان، یا "کنگ خان") کی میراث کی جانب توجہ دلائی۔ باچا خان نے برطانوی راج کے خلاف عدم تشدد پر مبنی سُرخ پوش تحریک (آر ایس ایم) میں خدائی خدمت گاروں کی قیادت کی تھی جو موجودہ پاکستان میں شامل علاقوں میں چلی۔ یہ تحریک 1930ء کی دہائی میں اپنے عروج پر پہنچی تھی جب یہ 1,00,000 سے زیادہ پشتونوں پر مشتمل تھی۔ باچا خان نے پشتون نوجوانوں کو مکالمے، مذاکرے اور استدلال کی طاقت سکھائی اور تحریک کی رہنمائی کے لیے عدم تشدد پر مبنی فلسفے کی بنیاد پر پشتون قبائلی روایات کی اصلاح کے لیے کام کیا (خان 1997ء)۔ پی ٹی ایم کی عدم تشدد پر مبنی مزاحمت پر اُن کی تعلیمات اور حکمت عملیاں کا بہت زیادہ اثر ہے (دیکھیں جدول 1)۔

اسلام آباد سے پی ٹی ایم کے ایک کارکن نے کہا کہ یہ اثر دراصل پشتون علاقوں کے موجودہ تنازع میں شکوے شکایتوں اور خطے میں روا رکھے جانے والے مظالم کے ساتھ مماثلت کی وجہ سے بھی ہے، جس کا سامنا برطانوی افواج کے ہاتھوں ہوا تھا۔ انھوں نے تبصرہ کیا کہ:

> "پشتون علاقوں میں حکومتِ پاکستان کی پالیسی کی نوعیت برطانیہ کی استعماری پالیسی سے ملتی جلتی ہے (مثلاً ملکوں کا نظام اور فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن)۔ باچا خان اور خان شہید [14] نے عدم تشدد پر مبنی اقدامات کے ذریعے استعماری پالیسی کے خلاف مزاحمت کی۔ پی ٹی ایم کی پوری قیادت باچا خان اور خان شہید کے نظریات سے متاثر ہے۔ اس لیے پی ٹی ایم نے باچا خان کی حکمت عملیوں کی تجدید کی۔"[15]

عدم تشدد پر مبنی مزاحمت کو کامیاب سے پھیلانے کے لیے باچا خان نے پشتون ولی کے پہلو میں اصلاح کا عزم کیا۔ پشتون ولی، یعنی پشتونوں کے طور طریقے، ایک ایسا ضابطہ ہے جس کے ساتھ روایتی پشتون رہتے ہیں۔ اس طرز زندگی میں انصاف 'بدل' کے ساتھ کام کرتا ہے، جو لازمی قرار دیتا ہے کہ ایک شخص اپنی عزت کی حفاظت کرے – اگر ضرورت پڑے تو تشدد کا راستہ اختیار کر کے بھی۔ (دیکھیں ٹیکسٹ باکس 3 صفحہ 13 پر)۔

جب مظلوم اور ملزم دونوں تصفیے کے لیے اپنا معاملہ جرگے کے بزرگوں کے سامنے رکھتے ہیں تو قبائلی جرگوں میں بدل کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جرگے کے نتائج سے مطمئن نہ ہونے یا ملزم کے فیصلے پر عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں مظلوم پُر تشدد ردعمل دکھاتے ہیں۔ برطانوی راج میں پشتون مذہبی رہنماؤں نے

---

14 عبد الصمد خان اچکزئی، جنھیں "خان شہید" یا "بلوچی گاندھی" بھی کہا جاتا ہے، پاکستان کے موجودہ علاقے بلوچستان سے تعلق رکھنے والے ایک پشتون قوم پرست اور سماجی مصلح تھے۔ باچا خان اور گاندھی سے متاثر ہو کر انھوں نے برطانوی اقتدار سے آزادی حاصل کرنے کے لیے خود کو عدم تشدد کی راہ اختیار کرنے والی تحریک کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ 1930ء میں 23 سال کی عمر میں انھوں نے بلوچستان میں برطانوی راج کے خلاف سول نافرمانی تحریک کی قیادت کی (ذریعہ: دی پشتون ٹائمز)

15 انٹرویوی نمبر 6 کا انٹرویو، 10 اگست 2018ء

جدول1: آر ایس ایم اور پی ٹی ایم کا ایک تقابل

سُرخ پوش تحریک (آر ایس ایم) 1930ء کی دہائی	پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) 2018ء تا حال
آر ایس ایم برطانوی فوجیوں کے پشتونوں پر پُرتشدد مظالم کے خلاف ابھری	پی ٹی ایم دہشت گرد تنظیموں اور پاکستان کی سکیورٹی فورسز کے ہاتھوں پشتونوں پر تشدد انگیز مظالم کے نتیجے میں ابھری
آر ایس ایم کی عدم تشدد پر مبنی تحریک میں مارچ، مظاہرے، بھوک ہڑتالیں، برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ، لوگوں کو سرکاری عمارات میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے احتجاج اور فوری ہڑتالیں شامل تھیں	پی ٹی ایم کے عدم تشدد پر مبنی طریقہ ہائے کار میں لانگ مارچ، بازاروں اور مارکیٹوں میں مظاہرے، جوابی مظاہرے (مثلاً کارکنوں کی گرفتاری کے ردعمل میں) اور جلسے شامل ہیں
آر ایس ایم کا علامتی لباس دراصل سفید لباس تھا، جو بعدازاں سرخ قمیص میں تبدیل ہوا	پی ٹی ایم کا علامتی لباس ایک سُرخ، سیاہ اور سفید رنگ رکھنے والی پشتین ٹوپی ہے۔
آر ایس ایم اپنے حامیوں پر ہونے والے مظالم کے واقعات کی یاد مناتی تھی	پی ٹی ایم سوشل میڈیا تصاویر اور مظاہروں کے ذریعے اپنے کارکنوں کے قتل اور جبری طور پر لاپتہ کرنے کی یاد مناتی ہے
آر ایس ایم نے اپنے پیغام کو پشتون معاشرے میں پھیلانے کے لیے ایک میگزین "پختون" کا آغاز کیا	پی ٹی ایم اسٹڈی سرکلز کا اہتمام کرتی ہے جو عدم تشدد اور عدم تشدد پر مبنی اقدامات کو پڑھے لکھے نوجوانوں میں پھیلانے کے لیے تیار کیے گئے ہیں
آر ایس ایم نے پُرتشدد بدل کے بجائے بات چیت کے ذریعے مقامی تنازعات حل کرنے کے لیے دیہی جرگے قائم کیے	پی ٹی ایم جبری گمشدگی، قتل اور گرفتاریوں کے معاملات کے حل کے لیے آئینی عدالتوں کا رخ کرتی ہے
آر ایس ایم عدم تشدد پر مبنی اقدامات اٹھاتی رہی، مثلاً عوامی مقامات پر مارچ کرنا، تب بھی جب برطانوی فوجی براہ راست اُن پر فائرنگ کرتے۔ مثلاً 24 اگست 1931ء کو آر ایس ایم نے برطانوی پابندیوں کے باوجود صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع بنوں کے ہاتھی خیل گاؤں میں ایک مظاہرے کا اہتمام کیا تھا؛ جس پر برطانوی فوجیوں کی فائرنگ سے 80 سے زیادہ آر ایس ایم کارکن مارے گئے	پی ٹی ایم عدم تشدد پر مبنی اقدامات اٹھاتی ہے، مثلاً آرمی چیک پوائنٹس سے مارچ اور مظاہرے کرنا، یہاں تک کہ اس کے فوج کے ہاتھوں کارکن مارے جاتے اور زخمی ہوتے ہیں تب بھی۔ مثلاً 26 مئی 2019ء کو شمالی وزیرستان میں خڑ کمر چیک پوائنٹ پر فائرنگ کے نتیجے میں 14 پی ٹی ایم کارکن مارے گئے اور تقریباً 40 زخمی ہوئے۔
آر ایس ایم نے خواتین کے یکساں حقوق کے لیے کام کیا، پردے کی مخالفت کی اور عوامی زندگی میں خواتین کی شرکت کو متحرک کرنے میں کامیاب ہوئی	پی ٹی ایم تحریک میں مختلف سطح پر خواتین کو شامل کرتی ہے۔ خواتین پی ٹی ایم کی رہنما، کارکن اور حامی ہیں۔

مسلح مزاحمت کو تحریک دینے کے لیے بدل کا استعمال کیا۔[16] جواب میں باچا خان نے انصاف کے حصول کے لیے عدم تشدد پر مبنی ایک طریق کار بنانے کے لیے بدل کو تبدیل کرنے کا کام کیا۔

16 اس میں غازی میرزا علی خان (1897-1960ء) شامل تھے جو عام طور پر "فقیر اپی" کے نام سے مشہور تھے، اور شمالی وزیرستان سے تعلق رکھنے والے ایک پشتون قبائلی مذہبی رہنما تھے۔ انھوں نے برطانوی نوآبادیاتی حکومت کے خلاف جہاد کے لیے ایک قبائلی ملیشیا کو تحریک دی۔ 1936ء میں انھوں نے ضلع بنوں کے گاؤں خیسور میں برطانوی فوجیوں کے خلاف ایک مہم کی قیادت کی، جس میں بڑے پیمانے پر ہلاکتیں ہوئیں اور تباہی پھیلی۔

تصویر 3: پی ٹی ایم کا ایک حامی، اپنے بچوں کے ساتھ، ہاتھ میں ایک فریم تھامے
ہوئے کہ جس میں باچا خان اور پی ٹی ایم رہنما منظور پشتین کی تصویریں ہیں۔

باچا خان نے اپنے پیروکاروں کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ قبائلی دشمنی کو ترک کر دیں جو بسا اوقات پُرتشدد بدل کا ایک چکر شروع کر دینے کا سبب بنتی ہے۔ انھوں نے آزادی کے پشتون سپاہیوں پر زور دیا کہ وہ استعماری ناانصافیوں کے خلاف پُرتشدد جہاد سے گریز کریں، کیونکہ اس سے وہ باغی قرار پائیں گے اور ان کی جدوجہد کی قانونی حیثیت ختم ہو جائے گی۔ اس کے بجائے انھوں نے مظالم کے خلاف مزاحمت کے طور پر تحمل، درگزر اور ضبطِ نفس کے اصولوں کے ساتھ مارچ، ہڑتالوں اور بائیکاٹ جیسی تدابیر استعمال کرنے پر زور دیا (بینرجی 2000ء)۔

پشتون آوازیں:

”ہم باچا خان کا عدم تشدد پر مبنی فلسفہ رکھتے ہیں جنھوں نے ہمیں انصاف کے حصول کے لیے تشدد اختیار نہ کرنے کی تعلیم دی۔“

— انٹرویوی نمبر 4، ڈنمارک میں پی ٹی ایم کے علاقائی کوآرڈینیٹر

ٹیکسٹ باکس 3: پشتون ولی کیا ہے؟*

پشتون ولی یعنی "پشتونوں کے طور طریقے" پاکستان اور افغانستان میں مقیم پشتونوں کے لیے زندگی گزارنے کا ایک روایتی ضابطہ ہے۔ پشتون ولی کے اہم اصول ننواتی، ننگ اور بدل ہیں۔

ننواتی، "امان" یا "تحفظ"، اپنے دشمنوں سے تحفظ کی درخواست کرنے والے شخص کو پناہ دینا ہے۔ میزبان اس درخواست کو قبول کرنے کا پابند ہے، یہاں تک کہ یہ درخواست اس کے سابق دشمن کے طرف سے ہی کیوں نہ کی جائے۔ ننواتی دینے والا میزبان پناہ لینے والے کا دفاع کرتا ہے، چاہے اس کی اپنی جان بھی چلی جائے۔ اس ضابطے کے تحت 2001ء میں قبائلی علاقوں میں مقامی پشتونوں نے غیر ملکی جنگجوؤں کو پناہ دی تھی کہ جنھوں نے افغانستان میں امریکی اور ان کی اتحادی افواج سے پناہ کی درخواست کی تھی۔

ننگ، "آبرو"، ایک پشتون کا عہد ہے جو اپنی آبرو کو اپنی زندگی سے زیادہ اہمیت دیتا ہے— کہ کمزور کا دفاع کرے۔ مثلاً غیر ملکی جنگجوؤں نے مقامی بزرگوں سے ننواتی طلب کرتے ہوئے خود کو کمزور ظاہر کیا۔

بدل، "انتقام" اپنی آبرو کو برقرار رکھنے کا حق ہے اور رسوائی کے خاتمے کے لیے ضروری، چاہے وہ ایک معمولی طعنہ ہو یا ایک قتل۔ باچاخان نے بدل کو عدم تشدد پر مبنی بنانے کے لیے اس میں اصلاح کے لیے جدوجہد کی تھی مثلاً باچاخان نے بات چیت اور درگزر کے ذریعے تنازعات حل کرنے کے لیے دیہی جرگہ بنایا۔ پی ٹی ایم تشدد کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے عدم تشدد پر مبنی طریقوں سے پشتونوں کے عزت یا احترام کو پہنچنے والی زک کی بحالی کے لیے انصاف کی خواہاں ہے۔

---

* یہ معلومات بانٹنگ 2003ء سے حاصل کی گئی ہیں۔

باچاخان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پی ٹی ایم جہاد کے پُرتشدد نظریے میں گندھے ظالمانہ بدل کے بجائے عدم تشدد پر مبنی بدل کا مطالبہ کرتی ہے۔ پی ٹی ایم اراکین نے زور دیا ہے کہ وہ انصاف کے حصول کے لیے بدل کے روایتی طریقے کے علاوہ عدم تشدد پر مبنی تدابیر کا استعمال کریں۔ مدد کے لیے بین الاقوامی برادری کی توجہ حاصل کرنے کے لیے انھوں نے بدل اور آئینی انصاف کے درمیان ایک متوازی خط بنایا ہے۔ وہ سچ سامنے لانے والا ایک مفاہمتی کمیشن بنانے کا مطالبہ کرتے ہیں جو جنیوا میں اقوام متحدہ کے دفاتر کی سہولت کاری سے بین الاقوامی جرگے کے طور پر کام کرے جس میں ملزمان (مثلاً طالبان، فوج اور حکومت) مظلوموں کے نمائندوں (مثلاً پی ٹی ایم رہنماؤں اور قبائلی بزرگوں) کے ساتھ بیٹھیں۔

V۔ پی ٹی ایم قیادت: رکنیت میں تنوّع اور خواتین کی شرکت

حالانکہ پی ٹی ایم باچا خان کی سُرخ پوش تحریک سے متاثر ہے اور انھی کی حکمت عملیوں پر چلتی ہے، لیکن ایک قابلِ ذکر فرق یہ ہے کہ پی ٹی ایم کی قیادت بزرگوں کے بجائے نوجوان کر رہے ہیں اور یہ ایک واحد کرشماتی رہنما کے بجائے ایک اجتماعی تحریک ہے۔منظور پشتین گو کہ ایک بہترین مقرر اور نمایاں شخصیت ہیں، لیکن وہ تحریک کے واحد رہنما نہیں ہیں، نہ ہی تنظیم کے روزمرہ معاملات اُن کی قیادت پر منحصر ہیں۔ جس کا اظہار ان کی گرفتاری کے ایام میں پی ٹی ایم کی جاری و ساری مہم سے ہوتا ہے۔ نوجوان رہنما اور صفِ اول میں موجود پی ٹی ایم کے کارکن زیادہ تر وکلا[17]، سیاسی و انسانی حقوق کے کارکن، یونیورسٹی کے گریجویٹس اور پشتون دانشور ہیں، جنھوں نے قبائلی روایات کا احترام کرنے کے علاوہ پشتون حقوق کا معاملہ بین الاقوامی معیارات کے مطابق آگے بڑھانے کے لیے ایک داخلی کلچر کو فروغ دیا ہے۔

پی ٹی ایم نے ابتدائی طور پر اپنی قیادت کو سینٹرل کور کمیٹی کے طور پر منظّم کیا، جو ایک عارضی عبوری باڈی تھی جس کا کردار گروپ کے لیے ایک آئین بنانا تھا۔ کمیٹی نے متنوع نمائندگی رکھی، جس میں مذہبی و نسلی اقلیتوں کے افراد بھی شامل تھے۔ البتہ آئینی مسودے کو حتمی صورت نہ دے پانے کی وجہ سے اسے اپریل 2019ء کے آخری ہفتے میں ختم کر دیا گیا۔ اہم رہنماؤں کی بڑے پیمانے پر گرفتاریوں کی وجہ سے آئندہ مہینوں میں دوبارہ منظّم ہونے کی کوششیں تعطّل کا شکار ہو گئیں۔

مرکزی قیادت کے علاوہ پی ٹی ایم پاکستان بھر میں اور بیرون ملک مختلف سطحوں پر کوآرڈینیٹرز کا ایک نیٹ ورک رکھتی ہے۔ یہ نیٹ ورک ضلعی و بین الاقوامی سطح پر متحرک رہتا ہے۔ ضلعی سطح پر مقامی کارکن اور صوبائی کوآرڈینیٹرز مل کر مہمات چلاتے ہیں۔ یہ شراکت داری تحریک کے لیے ممکن بناتی ہے کہ وہ مختلف علاقوں میں توجہ برقرار رکھے جبکہ ہر ایونٹ کو مہم کے مقام کے لحاظ سے ترتیب دے۔ بین الاقوامی سطح پر بیرونِ ملک مقیم کمیونٹی پشتون حقوق کے لیے بین الاقوامی مدد کے حصول کا کام کرتی ہے۔ مثلاً کینیڈا میں پشتون کمیونٹی نے 20 لاکھ پشتونوں کو منظم اور متحرک کرنے کے لیے ایک پشتون گلوبل ڈایسپورا بنائی ہے تا کہ وہ پاکستان اور افغانستان کے پشتون علاقوں میں امن و حقوق کے لیے آواز بلند کریں۔ (پشتون گلوبل ڈایسپورا 2019ء)

کامیابی کی ایک حکمت عملی کی حیثیت سے قیادت میں سب کو شامل کرنے کی عکاسی پی ٹی ایم کی رکنیت کے تنوع سے ہوتی ہے۔ تحریک مختلف آبادیوں اور سیاسی جماعتوں سے کارکنوں کو شامل کرتی ہے۔ اس میں سول سوسائٹی کے ارا کین (مثلاً پاکستان کے انسانی حقوق، خواتین کے حقوق اور مذہبی اقلیت کے حقوق

پشتون آوازیں:

"20 سے 30 سال کی عمر کا ہر نوجوان اس تحریک کا حصہ ہے کیونکہ اس نے جنگ کے دوران شعور کی آنکھیں کھولی ہیں۔ آپ نے پی ٹی ایم میں دیکھا ہو گا کہ زیادہ تر تعلیم یافتہ طبقہ، خاص طور پر یونیورسٹی کے طلبہ ہیں جو رہنما ہیں۔"

— انٹرویوی نمبر 4، ڈنمارک میں پی ٹی ایم کوآرڈینیٹرز

17 علی وزیر اور محسن داوڑ سمیت۔

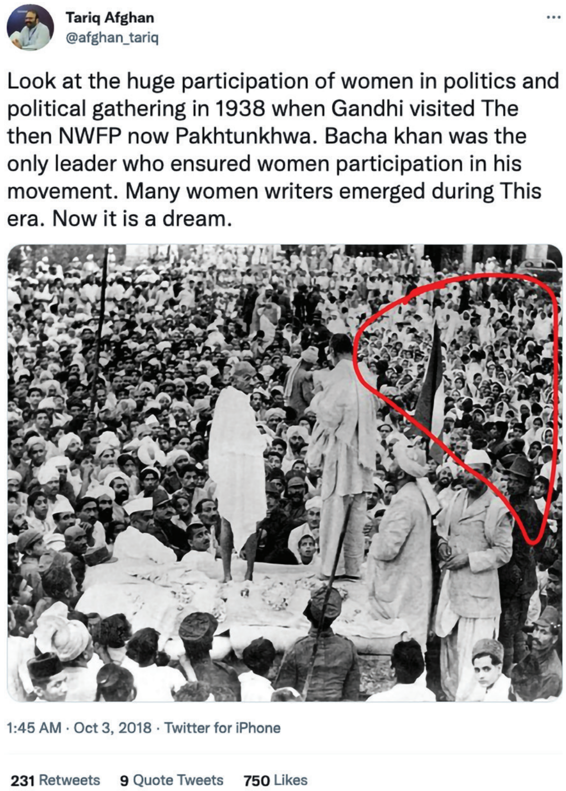

تصویر 4: پی ٹی ایم کارکن طارق کی ٹوئٹ

3 اکتوبر 2018ء کی اس ٹوئٹ میں پی ٹی ایم کارکن طارق نے موجودہ خیبر پختونخوا (سابقہ شمال مغربی سرحدی صوبے) میں باچاخان کی زیر قیادت موہن داس گاندھی کے دورے کے ایک اجتماع کی تصویر شیئر کی ہے۔ طارق تصویر کے ایک حصے پر سرخ نشان لگا کر سُرخ پوش تحریک اور پشتون تحفظ موومنٹ کی سب کو ساتھ لے کر چلنے والی فطرت کی جانب اشارہ کر رہے ہیں جبکہ 1980ء کی دہائی میں افغان-سوویت جنگ کے دوران پشتون معاشرے کی طالبانائزیشن پر اپنے غصے کا اظہار کر رہے ہیں جس نے باچاخان کی اصلاحات کو پھیر دیا۔

کے لیے کام کرنے والے کارکن)، پاکستان کی بائیں بازوں کی جماعتیں (سوائے حکومت نواز پشتون سیاسی اشرافیہ کے) اور تشدد کا نشانہ بننے والے شامل ہیں۔ اسلام آباد میں پی ٹی ایم کی رہنماؤں میں سے انٹرویوی نمبر 3 کے مطابق یہ تحریک نسلی قوم پرستوں، خواتین کے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے والوں، بائیں بازوں کے اور دہشت گردی اور تشدد سے متاثر ہونے والے افراد کی ایک منظم صورت ہے۔ پی ٹی ایم کی ایک اور خاتون رہنما اور سینٹرل کور کمیٹی کی رکن کہتی ہیں کہ ”ہم سب لوگوں تک رسائی کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارا ماننا ہے کہ اگر ہمارے ساتھ ظلم ہوا ہے تو یہ کسی دوسرے کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔“[18]

18 انٹرویوی نمبر 5، 10 ستمبر 2018ء

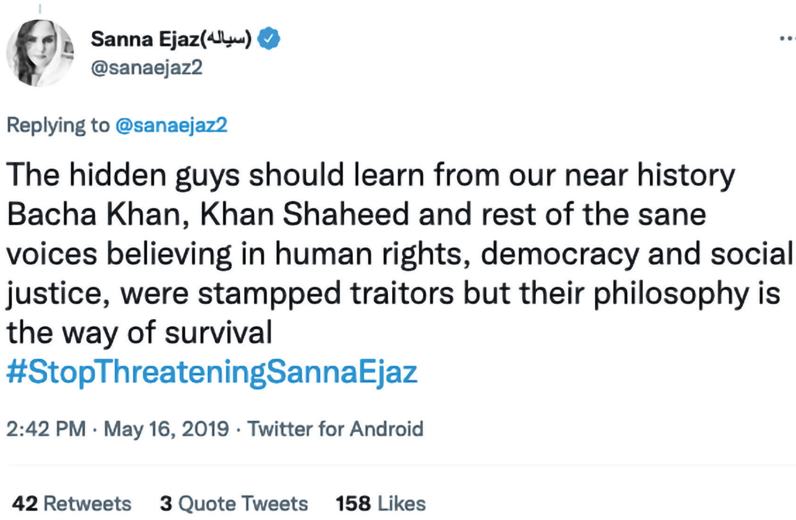

تصویر 5: پی ٹی ایم رہنما ثنا اعجاز کی ٹوئٹ

اس ٹوئٹ میں ثنا اعجاز باچا خان کی طرح عدم تشدد پر مبنی مزاحمت کے ذریعے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے اپنے عزم کا اعادہ کر کے انٹیلیجنس ایجنسیوں، خاص طور پر آئی ایس آئی کی جانب سے اپنی زندگی کو لاحق خطرات کو چیلنج کر رہی ہیں۔

تحریک کی رہنما، کارکن اور حامیوں کی حیثیت سے ہر عمر کی خواتین عوامی زندگی میں شرکت پر عائد تمام ثقافتی رکاوٹیں توڑ رہی ہیں۔ خواتین مہمات کے لیے منظم، متحرک اور مرتب ہو رہی ہیں، وہ تعلیم یافتہ اور طالبِ علم ہیں، وہ سیاسی زندگی میں داخل ہو چکی ہیں اور تحریک کے پیغام کی رسائی بڑھانے کے لیے کارکن اور سیاست دان کی حیثیت سے اپنے عہدوں کا استعمال کر رہی ہیں۔ خواتین نے مظاہروں کے دوران اسٹیج بھی سنبھالا ہے، ان کی قیادت بھی کی ہے اور اشاعتی کاموں میں بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔ خواتین رہنما پشتون علاقوں میں خواتین کی تعلیم کو بڑھانے کے لیے کتب خانے بھی بنا رہی ہیں (کاظم 2021ء؛ اعجاز 2021ء)۔ ایک خاتون رہنما بتاتی ہیں کہ "ہمارے خطے میں خواتین کبھی دیہی علاقوں سے نکل کر ایسی تحریکوں میں حصہ نہیں لیتیں۔ پہلی بار ہمارے یونٹس (ویمن ڈیموکریٹک فرنٹ) دیہی علاقوں سے آئے ہیں اور ہم نے انھیں پی ٹی ایم سے جوڑا ہے۔"[19]

انٹرویوی نمبر 6 کے مطابق پی ٹی ایم کی حامیوں میں طالبات، حقوق کے لیے آواز اٹھانے والی کارکنان، سیاسی رہنما اور جنگ کی شکار خواتین شامل ہیں، جن کی سماجی و معاشی حیثیت اپنے خاندان کے مرد اراکین کے قتل، جبری طور پر لاپتہ ہونے اور جسمانی طور پر مستقل زخمی ہونے سے منفی طور پر متاثر ہوئی ہے۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ:

19 انٹرویوی نمبر 3، 26 اگست 2018ء

”ظلم اور جبر نے مرد اور خاتون کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتا۔ کسی خاندان کے مرد رکن کے اغوا یا ماورائے عدالت قتل کی صورت میں مرد اور خواتین دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے (پی ٹی ایم کی مہم میں شرکت کے لیے) مرد اور عورت دونوں باہر نکلے ہیں۔“[20]

پی ٹی ایم کی خواتین کارکنان کو ریاستی اداروں کی جانب سے زبردست کریک ڈاؤن کا سامنا ہے، جس میں جعلی پولیس مقدمات میں نامزدگی، ایگزٹ کنٹرول لسٹ (یعنی پرواز سے روکنے والی فہرست) میں شمولیت، غیر قانونی حراست، ان کے خاندان کے گھر پر چھاپے اور موت کی دھمکیاں (دیکھیں تصویر 5)۔ ایک واقعے میں پی ٹی ایم کارکن گلالئی اسماعیل کو ریاست کی ہٹ لسٹ میں شامل ہونے پر مجبوراً ملک تک چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔

خواتین کی شمولیت سمیت ایک متنوّع رکنیت دیگر تحریکوں تک پی ٹی ایم کی عوامی رسائی میں نمایاں طور پر اثر انداز ہوئی تھی۔ مثلاً پی ٹی ایم نے پاکستان میں دیگر نسلی اقلیتوں کی خواتین کی تحریکوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کیا۔ بلوچ اور سندھی خواتین لاپتہ افراد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور بلوچستان اور سندھ کے صوبوں میں سیاسی قیدیوں کی رہائی کے لیے عدم تشدد پر مبنی تحریکوں میں پیش پیش رہی ہیں۔ 12 نومبر 2018ء کو کوئٹہ، بلوچستان میں خواتین کی زیرِ قیادت وائس آف بلوچ مسنگ پرسنز کے مظاہرے میں پی ٹی ایم کے ایک رہنما ملا بہرام نے خواتین کی تحریک کی حمایت میں تقریر کی۔ اسی طرح 5 دسمبر 2020ء کو منظور پشتین نے صوبہ سندھ میں لاپتہ سندھیوں کی بازیابی کے لیے مظاہرہ اور مطالبہ کرنے والے سندھی کارکنوں سے ملاقات کی (پشتین 2020ء)۔ پی ٹی ایم قیادت ملک کی مذہبی اقلیت ہندو نوجوانوں میں بھی مقبول ہے۔ (بخاری 2020ء)۔

---

20 انٹرویو نمبر 6، 10 اگست 2018ء

VI۔تحریک کی حکمت عملیاں اور تدابیر

انتشاری تدابیر

2018ء میں منظر عام پر آنے کے بعد سے پی ٹی ایم نے پشتون حقوق کے لیے پاکستان کے بڑے شہروں میں جلسوں، دھرنوں، لانگ مارچ، جلوسوں اور مظاہروں جیسی عدم تشدد پر مبنی تدابیر اختیار کی ہیں۔ جلسے پی ٹی ایم کا ایک نمایاں طریقہ ہیں جن میں چند ہزار سے 50,000 سے زیادہ تک شرکا سے خطاب کیا جاتا ہے۔ جلسوں کی پہلی لہر کا آغاز فروری 2018ء میں اسلام آباد میں تحریک کے پہلے دھرنے سے ہوا اور یہ اسی سال مئی تک برقرار رہا، جب فاٹا کے خیبر پختونخوا میں انضمام کی صورت میں قبائلی علاقوں کو آئینی حیثیت ملی۔حکومت کے ساتھ مذاکرات کے کئی ناکام مرحلوں کے بعد پی ٹی ایم نے جلسوں کا دوبارہ آغاز کیا۔جلسوں کی ایک دوسری مہم جنوری 2019ء سے اس سال اپریل تک جاری رہی– جس کا اختتام حکومت کی جانب سے متعدد پی ٹی ایم رہنماؤں کی گرفتاری اور ان پر غداری کے مقدمات درج کرنے سے ہوا۔جلسوں کی تیسری لہر 2020ء میں منظور پشتین کی گرفتاری کے بعد شروع ہوئی اور پشاور شہر میں 7 فروری 2021ء کے جلسے تک جاری رہی، جہاں پی ٹی ایم نے غیر ملکی حکومتوں کی جانب سے حکومتِ پاکستان اور فوج کی مالی امداد جاری رکھنے پر تنقید کی (دیکھیں نقشہ 1)۔

پی ٹی ایم کی جانب سے جب بھی کسی جلسے کا انعقاد کیا جاتا ہے تو اس کے تمام انتظامات کی ذمہ داری مقامی ضلعی کمیٹی کے پاس ہوتی ہے۔ ذمہ داران انتظام و انصرام کے لیے ضلعی سطح کی مہماتی ٹیمیں تشکیل دے کر، اور مقامی برادری کو تحریک دے کر اور این او سی کے لیے درخواست دے کر کام کا آغاز کرتے ہیں، جو کسی جلسے کے انعقاد کے لیے ریاست کی جانب سے درکار ہوتا ہے۔مرکزی قیادت کے اراکین ایونٹ کے انعقاد سے پہلے ماحول بنانے کے لیے ایک ہفتہ پہلے اس مقام کا دورہ کرتے ہیں۔مثلاً رہنما منظور پشتین، محسن داوڑ، علی وزیر اور دیگر نے 2 جنوری 2020ء کو منڈان پارک، بنوں کے پشتون لانگ مارچ میں شرکت بڑھانے کے لیے (جسے سوشل میڈیا پر #PashtunLongMarch2Bannu کا نام دیا گیا) پاکستان کے دیگر شہروں (مثلاً اسلام آباد اور راولپنڈی) کے علاوہ سابقہ فاٹا اور کے پی کے قصبات، دیہات اور شہروں کا بھی دورہ کیا۔

رابطے کی حکمت عملیاں

کارکن سوشل میڈیا پر کلوزڈ گروپوں میں شامل ہونے کے لیے اپنے موبائل فونز استعمال کرتے ہیں کہ جہاں پی ٹی ایم کی مرکزی قیادت اور ضلعی سطح کے کوآرڈینیٹرز ساتھ مل کر منصوبے اور حکمت عملیاں طے کی جاتی ہیں۔مصنف کو دیے گئے ایک انٹرویو میں ڈنمارک کے کارکن نے، جو پی ٹی ایم کی سرگرمیوں کو یورپ میں کوآرڈینیٹ کرتے ہیں، گروپ کے سوشل میڈیا استعمال کے بارے میں کچھ معلومات دیں۔ ”ہماری سوشل میڈیا پر اسپیشل ٹیمیں ہیں۔ وہ تمام اسٹیک

پشتون آوازیں:

”ہمارے کارکن دیگر شہروں سے اُس شہر میں جلسے سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے جاتے ہیں، مقامی برادریوں سے ملتے ہیں اور اس علاقے میں عوام تک پیغام پہنچانے کے لیے مہمات چلاتے ہیں۔“

— انٹرویو نمبر 6 ، اسلام آباد میں پی ٹی ایم کوآرڈینیٹر

نقشہ 1: 2018-2020ء میں پی ٹی ایم کے جلسوں کے مقامات

2018ء کے جلسے: پشاور (28 جنوری اور 8 اپریل)؛ اسلام آباد (یکم تا 10 فروری کے دھرنے کے بعد)؛ باجوڑ (20 فروری)؛ ژوب (10 مارچ)؛ کوئٹہ (11 مارچ)؛ باڑا (18 مارچ)؛ وانا (14 اپریل)؛ موچی گیٹ، لاہور (22 اپریل)؛ سوات (29 اپریل)؛ کراچی (13 مئی)؛ ڈیرہ اسماعیل خان (115 جولائی)؛ صوابی (12 اگست)؛ اور بنوں (28 اکتوبر)۔

2019ء کے جلسے: ٹانک (13 جنوری)؛ وانا (15 مارچ)؛ پشاور (31 مارچ)؛ میران شاہ (14 اپریل)۔

2020ء کے جلسے: بنوں (12 جنوری)؛ لورالائی (9 فروری)؛ ڈیرہ اسماعیل خان (16 فروری)؛ چارسدہ (یکم مارچ)؛ شوال (8 اگست)؛ وانا (20 ستمبر)؛ میران شاہ (15 نومبر)؛ کراچی (6 دسمبر)؛ اور باڑا (27 دسمبر)۔

ہولڈرز کے ساتھ رابطوں کے لیے کام کرتی ہیں۔ یہ ٹیمیں فیس بک، واٹس ایپ، اسکائپ، ٹوئٹر اور وائبر پر کام کرتی ہیں۔۔ ہم انھیں فون کالز اور فیس بک کے ذریعے کارکنوں سے رابطے کے پیغامات بھیجتے ہیں۔"[21]

21 انٹرویو نمبر 6 کے ساتھ انٹرویو، 31 جولائی 2018ء

تصویر 6: منظور پشتین بنوں میں لانگ مارچ میں شرکت بڑھانے کے لیے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے ہیں۔

پی ٹی ایم تحریک کے پیغام کو عوامی سطح پر پھیلانے کے لیے ان سوشل میڈیا ذرائع کا استعمال کرتی ہے۔ رہنما پیغامی مہم شروع کرنے کے لیے ٹوئٹر کا استعمال کرتے ہیں اور کارکن تقاریر، جلسوں کی کارروائی اور پریس کانفرنسز کو فیس بک پر لائیو اسٹریم کرتے ہیں۔میڈیا ادارے پی ٹی ایم کی خبروں کو سوشل میڈیا سے اٹھاتے ہیں اور پرنٹ اور ٹیلی وژن جیسے روایتی میڈیا کے ذریعے کارکنوں کی رسائی بڑھاتے ہیں۔ انٹرویوی نمبر 3 نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ”بین الاقوامی میڈیا ان سے خبریں لیتا ہے۔ پھر وہ ہم سے رابطہ کرتے ہیں، ہمارے انٹرویو کرتے ہیں اور وڈیوز اور دستاویزی فلمیں بناتے ہیں۔“ [22] مثلاً اپریل 2018ء میں فرانسیسی سرکاری ٹیلی وژن اسٹیشن، فرانس 24، نے پی ٹی ایم کے ابھرنے، شکوے شکایتوں اور عدم تشدد پر مبنی اقدامات پر ایک دستاویزی فلم نشر کی جس میں پی ٹی ایم اراکین کے انٹرویو شامل تھے۔

انٹرنیٹ تک رسائی یا استعداد نہ رکھنے والے حامیوں تک پہنچنے کے لیے پی ٹی ایم کارکن پمفلٹ، بینرز، ہینڈ بلز، وال چاکنگ، گاڑیوں پر لاؤڈ اسپیکرز لگا کر اور گھر گھر مہم کے ذریعے بھی پیغام پھیلاتے ہیں۔خواتین معلمہ اور ضلع سوات سے پی ٹی ایم کی رہنما انٹرویوی نمبر 5 تحریک کے طریق کار کو کچھ یوں بیان کرتی ہیں:

”پہلے ہم ایک چھوٹی گاڑی کرائے پر لیتے ہیں، اس پر ایک لاؤڈ اسپیکر لگاتے ہیں اور مختلف علاقوں میں اعلانات کرتے ہیں۔ ہمارے بڑے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کرتے ہیں۔ دوم، ہم پمفلٹس تقسیم کرتے ہیں۔سوم، ہم گھر گھر مہم چلاتے ہیں۔“[23]

یہ متبادل طریقہ حکومت کی قبائلی علاقوں میں موبائل اور انٹرنیٹ سروسز بند کرنے کی کوششوں کو جھانسا دینے کی وجہ سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ انٹرویوی نمبر 3 نے بتایا کہ

---

22 انٹرویوی نمبر 3، 26 اگست 2018ء

23 انٹرویوی نمبر 5، 10 ستمبر 2018ء

"جنوبی وزیرستان میں جب فوج نے لینڈ لائنز منقطع کر دیں، تو ہم نے چھوٹے پوسٹرز اور فلائرز کا استعمال کیا۔" [24] جلسوں سے پہلے ان کے بارے میں فلائرز گھروں اور عوامی مقامات، مثلاً جامعات، ہسپتالوں، بازاروں، سرکاری دفاتر اور لاری اڈوں پر تقسیم کیے جاتے ہیں (دیکھیں تصویر 7)۔

تعمیری انتظام اور تخلیقی اقدام

پی ٹی ایم کے کارکن عدم تشدد پر مبنی حل پیش کرنے کے لیے نچلی سطح پر متوازی ادارے بنا رہے ہیں اور زیادہ اہم یہ کہ ظالم جہادیوں کو نوجوان پشتونوں کو بھرتی کرنے اور انھیں شدت پسند بنانے سے روک رہے ہیں۔ کارکنوں نے اسٹڈی سینٹرز تشکیل دیے ہیں اور اسٹڈی سرکلز منعقد کر کے نوجوانوں کو مطالعے، مکالمے، نظموں اور گانوں کے ذریعے عدم تشدد کے فلسفے کی پیروی کا موقع فراہم کیا ہے۔ انٹرویوی نمبر 5 نے گندھارا اسینٹر فار پیس اینڈ کلچر ایجوکیشن قائم کیا جہاں وہ آرٹ، شاعری اور موسیقی جیسی مختلف سرگرمیوں کے ذریعے پشتون معاشرے میں انصاف و مساوات جیسی اقدار کے فروغ کے لیے کام کرتی ہیں (گندھارا 2020ء)۔ وہ تبصرہ کرتی ہیں:

تصویر 7: پی ٹی ایم کا ایک کارکن عوام میں تقسیم کے لیے فلائرز کا ایک بنڈل لے جاتے ہوئے۔

"ہم مختلف سطحوں پر تشدد سے نمٹ رہے ہیں۔ ہم مختلف مقامات پر اسٹڈی سرکلز کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان مراکز میں ہم کتابیں پڑھیں گے اور عدم تشدد کے بارے میں بات چیت کریں گے۔ پی ٹی ایم کے نوجوانوں نے امن پر نغمے اور نظمیں لکھی ہیں اور ہم انھیں فروغ دینا چاہتے ہیں۔[25]

پشاور شہر میں پی ٹی ایم نے فرائیڈے سرکلز منصوبہ شروع کیا، جہاں وہ معروف پشتون مصنّفین، مؤرخین، دانشوروں اور کارکنوں کو مدعو کرتے ہیں تاکہ وہ سرکلز کے نوجوان شرکا کے ساتھ اپنے خیالات شیئر کریں۔ ان میں خواتین کے حقوق، شہری شمولیت، جمہوریت، آئین پاکستان اور پشتون تاریخ بشمول باچا خان اور خان شہید کی برطانوی راج کے خلاف جدوجہد اور 1980ء کی دہائی میں افغان-سوویت جنگ کے بعد سے پشتون معاشرے میں مذہبی شدت پسندی کو ملنے والے فروغ جیسے موضوعات ہوتے ہیں۔ ان سرکلز میں پی ٹی ایم رہنما اور کارکن پشتون علاقوں میں سخت شدت پسندی سے نمٹنے کے لیے عدم تشدد پر مبنی تنظیم کی حکمت عملیوں اور اقدامات پر بات چیت کرتے ہیں۔

---

24 انٹرویوی نمبر 3، 26 اگست 2018ء

25 انٹرویو دینے والے نمبر 26 کا انٹرویو، 26 اگست 2018ء

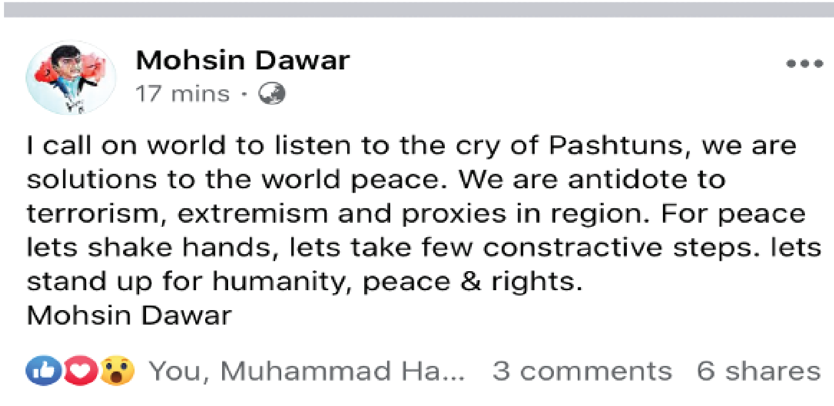

تصویر 8: پی ٹی ایم رہنما محسن داوڑ کی ایک ٹوئٹ

پی ٹی ایم کے موسیقاروں نے بھی اپنے باصلاحیت افراد کو ریاست کے اس پروپیگنڈے سے توڑ کے لیے پیش کیا ہے جو پشتونوں کو فطرتاً پُرتشدد ظاہر کرتے ہیں۔ پاکستانی بینڈ خماریاں پشتون لوک موسیقی پر کام کرتا ہے اور ایسی موسیقی تخلیق کرنے کے لیے ایک قدیم پشتون آلے رباب کا استعمال کرتا ہے جو پشتون کلچر کی تعظیم کرتی ہے۔ بینڈ کے رکن سپر لے راویل– جو پی ٹی ایم کے رکن بھی ہیں– کہتے ہیں کہ "اگر بیانیہ یہ ہے کہ پشتون دقیانوسی سوچ رکھتے ہیں، وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں ہیں، نہیں جانتے کہ 'تہذیب یافتہ' ہونا کیسا ہوتا ہے اور انھیں نہیں معلوم کہ فن تخلیق کرنا اور تخلیقی ہونا کیسا ہوتا ہے، تو پھر ہم ان غلط فہمیوں کا خاتمہ کر رہے ہیں۔"[26]

تخلیقی طور پر منظم رہنے کا ایک اہم حصہ ہے پی ٹی ایم کا اپنی سرگرمیاں منعقد کرنا اور انھیں جاری رکھنے کے لیے وسائل اکٹھا کرنے کے قابل ہونا۔ پی ٹی ایم اپنے معاملات بنیادی طور پر عطیات کے ذریعے چلاتی ہے۔ پشتون تاجر، کاروباری شخصیات، ماہرین اور عوام تحریک کی سرگرمیوں کے لیے چندہ دیتے ہیں۔ اخراجات کو پورا کرنے کے لیے یہ عطیات پی ٹی ایم کے ایونٹس میں اکٹھے کیے جاتے ہیں۔ انٹرویوی نمبر 5 تبصرہ کرتی ہیں کہ "جلسوں میں ہم عوام میں چھوٹے ڈبے گھماتے ہیں اور ہر سماجی حیثیت کا فرد، پروفیسر سے لے کر کاروباری شخصیت تک سب– اپنی استطاعت کے لحاظ سے چندہ دیتے ہیں" (خان 2021ء)۔ رہنما بھی ہینڈ بلز کی پرنٹنگ اور فوٹو کاپی، پمفلٹ اور بینرز کی جیسے چھوٹے موٹے اخراجات کے لیے اپنا مالی حصہ ڈالتے ہیں۔

پی ٹی ایم کے ایونٹس میں مقامی پی ٹی ایم ٹیمیں شرکا سے چندہ اکٹھا کر کے حامیوں کی شرکت کے لیے ٹرانسپورٹ کا انتظام کرتی ہیں اور بسیں اور ویز کرائے پر حاصل کر کے شرکا کو جلسوں اور مارچ میں لانے کا کام کرتی ہیں۔ انٹرویوی نمبر 5 بتاتی ہیں کہ "جلسے میں شرکت کے لیے تمام اخراجات لوگ خود ادا کرتے ہیں۔ جلسے کے شرکا اپنی ٹرانسپورٹ کا انتظام اپنے وسائل سے کرتے ہیں۔"[27]

---

26 انٹرویو دینے والے نمبر 26 کا انٹرویو، 26 اگست 2018ء

27 انٹرویوی نمبر 5، 10 ستمبر 2018ء

تصویر 9: کارکنان پی ٹی ایم کے جلسے میں چندہ اکٹھا کرتے ہوئے

مالی وسائل سے آگے بڑھ کر تحریک رضا کاروں اور ماہرین کی محنت سے پنپتی ہے۔ پی ٹی ایم اراکین نے اشتہاری کام اور تقریبات میں شرکت سے یا مقامی برادریوں کو مضبوط کرنے کے لیے متوازی اداروں کو بنانے اور چلانے کے ذریعے لاکھوں گھنٹے تحریک کو دیے ہیں۔ ماہرین تحریک کے مقصد کی حمایت کے لیے خاص محنت کرتے ہیں، جس میں وکلا عدالتوں میں مقدمات لڑتے ہیں اور سیاست دان پارلیمان میں۔ اس لیے پی ٹی ایم نے سرمائے کی رضا کارانہ حصہ داری سے اور پشتون معاشرے کے مختلف شعبوں کی محنت سے یہ حمایت پائی ہے۔

آئینی کوششوں کے ساتھ شہری مزاحمت کی تزویراتی تکمیل

پی ٹی ایم طے شدہ قانونی وسیاسی ذرائع کے مطابق قدم اٹھاتے ہوئے شہری مزاحمت کو استعمال کرتی ہے۔ کیونکہ کئی پی ٹی ایم رہنما وکلا اور دیگر ماہرین ہیں، وہ مقدمات میں شامل ہونے کی معلومات اور مہارت رکھتے ہیں، جیسا کہ اسلام آباد کی خاتون کارکن نے کہا کہ: "ہم قانونی جنگ، مذاکرات اور مکالموں میں بھی جاتے ہیں۔ ہم قانونی چارہ جوئی کے خلاف مزاحمت اور لچک کا رویہ اختیار کر کے بھی حملوں سے اپنا دفاع کرتے ہیں۔[28]

چند پی ٹی ایم رہنماؤں نے انتخابی مہم چلائی اور سیاسی عہدے حاصل کیے، مثلاً محسن داوڑ اور علی وزیر، جنھوں نے جولائی 2018ء کے انتخابات میں قبائلی علاقوں کے حلقوں سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے پاکستان کے ایوانِ زیریں قومی اسمبلی کی رکنیت حاصل کی۔ ان منتخب عہدوں کا استعمال کرتے ہوئے سرکاری پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کے علاوہ انھوں نے پی ٹی ایم کے پیغام کو پھیلانے کے لیے بھی اپنے عہدوں کا فائدہ اٹھایا۔

28 انٹرویو نمبر 3، 26 اگست 2018ء

تصویر 10: پی ٹی ایم جلسے کے لیے جانے والی بس کی چھت پر بیٹھے نوجوان

یکم اکتوبر 2019ء کو رہائی کے بعد قومی اسمبلی سے اپنی ایک تاریخی تقریر میں محسن داوڑ نے پی ٹی ایم کی بنیادی اصولوں کو بیان کیا تھا کہ وہ کن اصولوں پر ڈٹے ہیں اور زور دیا تھا کہ وہ بدستور عدم تشدد کے قائل ہیں:

"ہم عقیدے کے لحاظ سے عدم تشدد کے پیروکار ہیں۔ ہم باچاخان کے پیرو ہیں۔ ہم تشدد سے نفرت کرتے ہیں۔ پی ٹی ایم تشدد کے خلاف ابھری ہے۔ پی ٹی ایم اس جنگ کے خلاف ابھری ہے۔ اگر کوئی ہمیں تشدد کی طرف دھکیلنے کی کوشش بھی کرتا ہے تو ہم تشدد اختیار نہیں کریں گے۔ (خڑ کمر قتل عام میں) ہمارے 14 لوگ مارے گئے۔ 1,400 مارے جاتے، یہاں تک کہ 14,000 بھی مارے جاتے، بلکہ 1,40,000 بھی قتل کر دیے جائیں تو ہم تشدد کا راستہ اختیار نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا اس قوم سے وعدہ ہے۔ لیکن ہم بات کریں گے۔ ہم دنیا کو حقائق بتائیں گے۔"[29]

29 پاور ٹی وی ٹاک شوز (یوٹیوب صارف)۔ "محسن داوڑ کی آج قومی اسمبلی میں تقریر،" یکم اکتوبر 2019ء

VII۔ ریاست کا جبر و تشدد اور عدم تشدد پر مبنی ضوابط کو برقرار رکھنے کے لیے پی ٹی ایم کی حکمت عملیاں

جبر و تشدد اور پی ٹی ایم کے خلاف پروپیگنڈا

ریاست پی ٹی ایم کو قومی سلامتی کے لیے ایک ایسا خطرہ سمجھتی ہے جو دشمن پڑوسی ممالک کے ساتھ ساز باز رکھتا ہے اور جو امتیازی پشتون قومی شناخت کے فروغ کے ذریعے پاکستانی قومیت اور ریاست کی بیخ کنی کرتا ہے۔ 28 مئی 2019ء کو قومی اسمبلی میں ایک تقریر کے دوران وزیر سیفرون شہریار آفریدی نے پی ٹی ایم رہنماؤں محسن داوڑ اور علی وزیر کے مبینہ ریاست مخالف اقدامات کو تنقید کا نشانہ بنایا اور دعویٰ کیا کہ تحریک کی سکیورٹی اسٹیبلشمنٹ پر تنقید بھارت اور افغانستان کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ [30] جبکہ فوج دعویٰ کرتی ہے کہ ان ملکوں کی انٹیلیجنس ایجنسیاں پی ٹی ایم کو فنڈ کرتی ہیں (سید اور رضا 2019ء)۔ تحریک کی جانب سے تشدد سے انکار نے پاکستان کی سکیورٹی اسٹیبلشمنٹ کے چند اراکین کو مایوس کیا ہے کہ پی ٹی ایم "کنٹرول کرنا مشکل" ہے، کیونکہ وہ تحریک کے خلاف کریک ڈاؤن نہیں کر سکتے جیسا کہ انھوں نے بلوچ مسلح مزاحمت پر کیا (مسعود، مشعل اور الرحمٰن 2019ء)۔ البتہ یہ بھی سکیورٹی فورسز کو کارکنوں کے خلاف تشدد کے استعمال سے نہیں روک پایا۔ فوج اور دیگر پراکسیز کے ذریعے ریاست نے پی ٹی ایم پر متعدد بار سخت کریک ڈاؤن کیا۔ ایک پی ٹی ایم رہنما اس لیے ملک سے فرار ہو گئیں کہ انھیں اپنا نام ہٹ لسٹ میں موجود ہونے کا پتہ چلا تھا۔ زیادہ تر نمایاں رہنماؤں کو گرفتار کیا اور بغاوت کا مقدمہ کیا جاتا ہے۔

ریاست کی ایک حکمت عملی ریاستی تشدد کے لیے طالبان کے بھگوڑوں کی زیر قیادت امن کمیٹیوں کو پراکسی کے طور پر استعمال کرنا ہے۔ وانا، جنوبی وزیرستان میں ایک امن کمیٹی نے 2 جون 2018ء کو پی ٹی ایم کی جانب سے پہنی گئیں روایتی پشتین ٹوپیوں پر پابندی لگا دی تھی۔ پی ٹی ایم رہنما علی وزیر نے اس پابندی کے خلاف دھرنے دینے کا منصوبہ بنایا لیکن اس مہم کو روک دیا گیا کیونکہ امن کمیٹی نے انھیں علاقہ چھوڑنے کا کہہ دیا تھا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو انھوں نے مارکیٹ پر حملہ کر دیا، جس سے پی ٹی ایم کارکن مظاہرہ کرنے کے لیے نکل پڑے۔ امن کمیٹی کے اراکین کے جانے کے بعد فوج آ گئی اور شہریوں پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ سات کارکن مارے گئے اور دو درجن سے زیادہ زخمی ہوئے۔ پی ٹی ایم کی حمایت میں اضافہ ہی ہوا۔ اگلے مہینے میں علی وزیر اور محسن داوڑ قومی اسمبلی کے لیے منتخب ہو گئے۔

فوج پی ٹی ایم کارکنوں پر ظالمانہ حملوں کے لیے براہِ راست بھی آ سکتی ہے، مثلاً خڑ کمر قتل عام کا معاملہ ہی لے لیں۔ 26 مئی 2019ء کو فوج کی جانب سے ایک مقامی خاتون کے ساتھ مار پیٹ کرنے پر پی ٹی ایم کارکن خڑ کمر سکیورٹی چیک پوائنٹ پر مظاہرہ کر رہے تھے کہ فوج نے مجمع پر فائر کھول دیا، 14 لوگ مرے اور 25 زخمی ہوئے اور پھر باقی ماندہ کئی کارکنوں کو گرفتار کر لیا، جن میں علی وزیر اور محسن داوڑ بھی شامل تھے۔

تشدد کے علاوہ ریاست کی ایک اور حکمت عملی پی ٹی ایم مخالف رائے کو تقویت دینے کے لیے ایک مخالف تحریک تخلیق کرنا اور پشتونوں کے متحرک ہونے کی حوصلہ شکنی کرنا ہے۔ پاکستان پروٹیکشن موومنٹ فوج کی جانب سے بنائی گئی اور ان پشتونوں پر مشتمل ہے جو سابق اور موجودہ سول اور فوجی افسران ہیں۔ نام

---

30 سیفرون، یا وفاقی وزارت ریاستیں و قبائلی علاقے، قبائلی علاقوں کے ساتھ معاملات کی ذمہ دار وزارت ہے۔ قبائلی ملک سیفرون کے تحت کام کرتے ہیں۔ وزیر شہریار آفریدی ایک بااثر پشتون قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جو پاکستانی مقامی، صوبائی اور وفاقی حکومتوں میں بخوبی شامل ہے۔

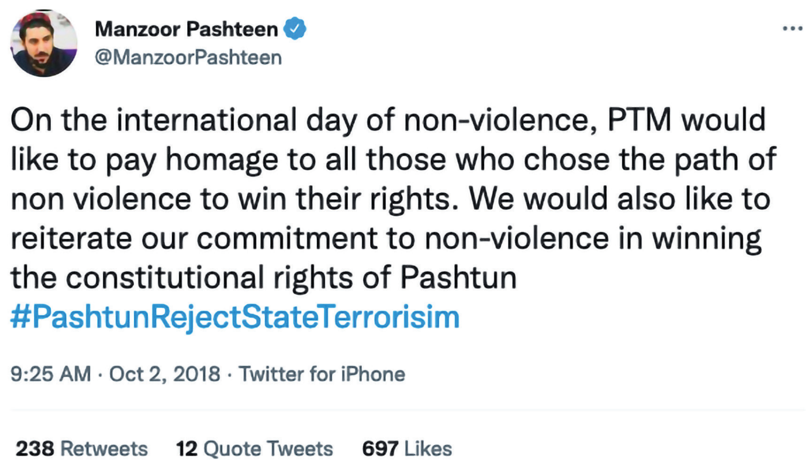

تصویر 11: پی ٹی ایم رہنما منظور پشتین کی ٹوئٹ

"پاکستان پروٹیکشن موومنٹ"، پی ٹی ایم سے ہی نکالا گیا ہے۔ جس کا مقصد اس فرق کو دھندلا دینا اور "پشتون پروٹیکشن (تحفظ) موومنٹ" کے بارے میں کنفیوژن پیدا کرنا ہے جو یہی مخفف استعمال کرتی ہے۔ اس گروپ نے خیبر پختونخوا کے علاقوں سوات، باجوڑ اور صوابی میں متوازی ریلیوں کا اہتمام کیا۔ ان ریلیوں کے رہنماؤں نے پی ٹی ایم مخالف تقاریر کیں اور پی ٹی ایم رہنماؤں اور کارکنوں کو "غیر ملکی ایجنٹ" قرار دیا (پی ٹی ایم او 2020ء)۔

ریاست نے تحریک کے خلاف غلط معلومات بھی پھیلائی۔ مثلاً انھوں نے پی ٹی ایم کے استعمال کردہ پشتون لفظ 'بدل' کے عام فہم کو تبدیل کرنے کی کوشش کی اور اسے ملتے جلتے اردو لفظ بدلہ سے خلط ملط کیا کہ جس کا مطلب ہے "انتقام"، یہ باچا خان کی فکر سے میل نہیں کھاتا اور اب بھی تشدد سے تعلق رکھتا ہے۔ 29 اپریل 2019ء کو ایک پریس کانفرنس کے دوران پاک فوج کے ترجمان نے کہا کہ پی ٹی ایم رہنما" کا کہنا ہے کہ وہ بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ وہ کس قسم کا بدلہ لینا چاہتے ہیں؟ کیا وہ فوج سے بدلہ لینا چاہتے ہیں؟" (آئی ایس پی آر آفیشل 2019ء)۔ یوں انھوں نے تحریک کو ریاست کے لیے تشدد کا حامل خطرہ قرار دینے کی کوشش کی۔

فوج کی آشیر باد پر صوبائی حکومتوں نے پی ٹی ایم کارکنوں کے خلاف پروپیگنڈا مہم شروع کی۔ مثلاً ستمبر 2018ء میں پنجاب حکومت نے مشتبہ دہشت گردوں کے حوالے سے سرکاری خزانے سے ایک اشتہار جاری کیا۔ ٹیلی وژن پر نشر ہونے والا اشتہار محرّم کے اسلامی مہینے کے حوالے سے ایک وسیع تر مہم کا حصہ تھا، جسے فرقہ وارانہ تشدد کو روکنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ لیکن اس اشتہار میں پی ٹی ایم رہنما منظور پشتین، محسن داوڑ اور علی وزیر کو دکھایا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ فرقہ وارانہ نفرت انگیز تقاریر اور تشدد کو پھیلاتے ہیں۔ یہ حملہ بیک فائر کر گیا۔ عوامی ردعمل کے نتیجے میں۔ خاص طور پر سوشل میڈیا پر۔ حکومت نے اشتہار سے پی ٹی ایم رہنماؤں کی تصویریں نکال دیں (ڈیلی ٹائمز 2018ء)۔

جبر و تشدد کا سامنا کرتے ہوئے پی ٹی ایم کے عدم تشدد پر مبنی ضوابط

پی ٹی ایم رہنماؤں نے معروف شخصیات، خاص طور پر باچا خان کی تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے عدم تشدد سے وابستگی کے عزم کو پروان چڑھایا ہے۔ پی ٹی ایم کے بیشتر کارکن اور رہنما ان کے وفادار پیروکار ہیں اور خود کو "باچا خانی" کہتے ہیں۔ وہ ان کے عدم تشدد کے نظریے کی اہمیت کا پیغام اپنی عوامی تقاریر میں، انٹرویوز کے ذریعے اور سوشل میڈیا پر بھی مستقلاً پھیلاتے ہیں۔ اس حوالے سے انٹرویوی نمبر 3 نے کہا کہ "پی ٹی ایم کے کردار میں تشدد کا کوئی شائبہ تک نہیں۔ باچا خانی عدم تشدد کے پیروکار ہوتے ہیں۔"[31]

عدم تشدد پر مبنی حکمت عملیوں سے وابستگی کے حوالے سے ایک سوال پر پشاور سے تعلق رکھنے والے پی ٹی ایم کے ایک کارکن نے کہا کہ پی ٹی ایم بخوبی آگاہ ہے کہ تشدد کے استعمال کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ برطانوی راج کے زیرِ نگیں باچا خان کی تعلیمات کا حوالہ دیتے ہوئے انٹرویوی نمبر 2 نے کہا کہ:

> "پی ٹی ایم باچا خان کے فلسفے کی پیروی کرتی ہے جو ایک حقیقت پسند شخصیت تھے اور حالات کی حقیقی مجبوریوں کو سمجھتے تھے۔ ان کے لیے حقیقت کا مطلب تھا: اگر آپ بندوق اٹھاتے ہیں تو دو سے تین دن میں آپ غدار قرار دے دیے جائیں گے اور آپ کو بُری طرح کچل دیا جائے گا۔ کوئی آپ کی بات نہیں سنے گا۔ کوئی آپ کی حمایت میں آواز نہیں اٹھائے گا۔ عدم تشدد کی صورت میں آپ جدوجہد کرتے ہیں، میدان میں بدستور ڈٹے رہتے ہیں، کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے اور آپ کو غیر جانب دار افراد کی مدد ملتی ہے۔"[32]

جبر و تشدد کے زبردست واقعات کے بعد بھی عدم تشدد کے نظریے پر قائم و دائم رہنے کے لیے پی ٹی ایم رہنماؤں نے اپنے کارکنوں کی توانائیوں کو دوسرا راستہ فراہم کیا۔ انھوں نے سوشل میڈیا پر ظلم کا نشانہ بننے والوں کی یاد منائی، یوں ریاست کے غلط اقدامات کا پردہ چاک کیا جبکہ ریاست کی مظلوم کو مجرم بنانے کی کوششوں کو بھی کمزور کیا۔ تحریک میدان عمل میں براہ راست اقدامات اٹھاتے ہوئے ان سوشل میڈیا مہمات سے بھی فائدہ اٹھاتی ہے۔ ایک پی ٹی ایم کارکن وضاحت کرتے ہیں کہ "گرفتاریوں اور جلسوں پر پابندی کی صورت میں ہم فیس بک اور ٹوئٹر سمیت سوشل میڈیا پر مختلف پوسٹ اور تھریڈز بناتے ہیں۔"[33] مثلاً بلوچستان میں 31 مارچ 2019ء کو پی ٹی ایم رہنما ارمان لونی کے پولیس کے ہاتھوں قتل کے بعد انھوں نے فیس بک اور ٹوئٹر پر ہیش ٹیگ PeshawarLongMarch4Arman# کا آغاز کیا۔ سوشل میڈیا مہم جنوبی وزیرستان سے پشاور تک ایک لانگ مارچ کے ساتھ مکمل ہوئی، جس میں ارمان لونی کی موت کے ذمہ دار افسر کے خلاف فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (وہ پہلی رپورٹ جو کسی جرم کی فوجداری تحقیقات کے آغاز کے لیے ایک پولیس افسر بناتا ہے) کا اور دیگر گرفتار پی ٹی ایم کارکنوں کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا۔

عدم تشدد کی راہ اختیار کرنے والی تنظیم کو برقرار رکھنے کے لیے عملی اقدامات میں سکیورٹی فورسز کے ساتھ براہ راست مقابلہ کرنے سے اجتناب، تقریبات میں اسلحہ لانے پر پابندی اور تشدد سے دُور رہنے سے اپنی وابستگی کا بارہا اظہار شامل ہیں۔ جس طرح اسلام آباد سے تعلق رکھنے والے پی ٹی ایم کے رہنما کہتے ہیں

---

31 انٹرویوی نمبر 3 کا انٹرویو، 26 اگست 2018ء

32 انٹرویوی نمبر 2 کا انٹرویو، 29 اگست 2018ء

33 انٹرویوی نمبر 6 کا انٹرویو، 10 اگست 2018ء

کہ "مارچ اور جلسوں میں کوئی بھی ہتھیار نہیں لا سکتا۔ لوگوں کو بارہا تشدد سے دُور رہنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔"[34] ایک بار جب منظور پشتین کو ایک جلسے سے خطاب کرنے کے لیے کراچی کے سفر سے زبردستی روکا گیا تو قیادت نے اس موقع کا استعمال کر کے اپنے حامیوں کو عدم تشدد پر عمل پیرا رہنے پر زور دیا۔ ایک کارکن بتاتے ہیں کہ:

> ان ظالمانہ پالیسیوں کے باوجود ہم سب کو قیادت کی جانب سے ہدایت تھی کہ کوئی تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرے گا۔ منظور پشتین نے پہلے دن سے ایک مؤقف اختیار کیا ہے کہ ہم تمام اجتماعات میں عدم تشدد کے قائل رہیں گے۔[35]

---

34 انٹرویو نمبر 3، 26 اگست 2018ء

35 انٹرویو نمبر 4، 31 جولائی 2018ء

VIII۔ پی ٹی ایم کے اثرات

مصنف کو انٹرویو دیتے ہوئے سوات سے تعلق رکھنے والی خاتون رہنما نے کہا کہ پی ٹی ایم کے کام اور دباؤ کی وجہ سے "چند لاپتہ افراد بازیاب ہو چکے ہیں، کچھ علاقوں میں بارودی سرنگیں صاف ہو گئی ہیں، چوکیوں کی تعداد محدود ہو گئی ہے اور ان چوکیوں پر فوجیوں کی جگہ پولیس لے رہی ہے۔"[36]

بلاشبہ پی ٹی ایم قبائلی علاقوں میں زبردست اثرات رکھتی ہے۔تحریک کے ابھرنے سے قبائلی جرگوں اور باہمی عہد و پیمان کے ذریعے قبائلی جھگڑوں میں کمی کی بدولت قبائل میں اتحاد مضبوط ہوا۔مثلاً 3 مئی 2018ء پی ٹی ایم نے احمد زئی اور اتمان زئی قبائل کے بزرگوں کا ایک جرگہ بلایا، جو جنوبی اور شمالی وزیرستان کے بااثر قبائل ہیں، اور اُنھوں نے حقوق کی خلاف ورزیوں اور قبائلی عوام کے ساتھ روا رکھی گئی ناانصافیوں کے خلاف متحد رہنے کا عہد کیا۔ جرگے نے ایک بیان جاری کیا کہ: "ہم اپنے لوگوں کے تحفظ، ان کے حقوق کی خلاف ورزیوں اور ناانصافیوں خلاف متحد رہیں گے۔ یہ عہد ریاست کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی کسی دوسری ریاست کے خلاف ہے۔ اگر احمد زئی اور اتمان زئی قبائل کا کوئی فرد اس جرگے کے عہد کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس پر 30 سے 50 لاکھ روپے جرمانہ ہو گا۔"[37]

5 فروری 2021ء کو وزیرستان میں پی ٹی ایم رہنماؤں کی جانب سے ایک گرینڈ امن جرگہ کیا گیا۔ اس جرگے نے ایک بیان جاری کیا، جس پر قبائلی علاقوں کے تمام قبائل کے 120 رکن نمائندوں کے دستخط تھے، جس میں مطالبہ کیا کہ فوج تحفظ اور شہری انتظامی معاملات پولیس اور سویلین اداروں کے حوالے کرے، جو پی ٹی ایم کے دباؤ کے بعد 2018ء میں فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) کو کالعدم قرار دینے سے ممکن ہوا (نیا دور 2021ء؛ داوڑ 2021ء)۔

پی ٹی ایم کی عدم تشدد پر یقین رکھنے والی تحریک نے پاکستان میں پشتون عوام کے لیے حقوق کے تحفظ کو بہتر بنایا ہے۔ٹرائبل ویمنز آرگنائزیشن اور ٹرائبل یوتھ آرگنائزیشن کے ساتھ اتحاد سے پی ٹی ایم نے فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کو کالعدم قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا، وہ قانون جو حکومت اور فوج کو قبائلی علاقوں میں کھلی چھوٹ کے ساتھ کام کرنے کی اجازت دیتا تھا۔ 2018ء کے وسط میں حکومت نے اس مہم کو دیکھتے ہوئے فاٹا میں آئینی اصلاحات متعارف کروائیں اور قبائلی علاقے کو خیبر پختونخوا صوبے میں شامل کر لیا– جو پی ٹی ایم کا سرکاری احتساب کو یقینی بنانے اور فوجی استحصال کو روکنے کے لیے ایک اہم مطالبہ تھا۔ ایف سی آر کیونکہ صرف فاٹا پر اختیار رکھتا تھا، اس لیے خیبر پختونخوا کے ساتھ ضم ہونے سے فاٹا کا باضابطہ خاتمہ ہو گیا اور یوں ایف سی آر کا زور بھی ٹوٹ گیا۔صوبہ خیبر پختونخوا کی حکومت تب سے ان نئے ضم شدہ قبائلی اضلاع میں آئینی ادارے بنانے کا کام کر رہی ہے، جس میں ایک عدالتی نظام، ایک پولیس سروس اور صحت، تعلیم اور بہبود کے اداروں کا قیام شامل ہیں۔

پی ٹی ایم قبائلی علاقوں میں نوجوانوں اور خواتین کو سیاسی اثر و رسوخ دے کر قیادت کا خلا پُر کر رہی ہے۔ فاٹا-خیبر پختونخوا کے انضمام کے بعد، جس کی بدولت سابقہ فاٹا کے شہریوں کو پہلی بار پاکستان کی قومی اسمبلی میں نمائندگی کی اجازت ملی، پی ٹی ایم کے بانی اراکین محسن داوڑ اور علی وزیر نے مئی 2018ء میں پاکستان

36 انٹرویوی نمبر 5، 10 ستمبر 2018ء

37 اس معلومات کا ذریعہ ایک وڈیو اور جرگے کی کارروائی کی تصاویر ہیں جو مصنف نے پشتون تحفظ موومنٹ کے لیے تحقیقی کام کے دوران حاصل کی تھیں۔

کے عام انتخابات میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے قومی اسمبلی کی نشستیں جیتیں۔ ان کی یہ انتخابی کامیابی دراصل پی ٹی ایم کے رہنماؤں کی حیثیت سے حاصل کیے گئے سیاسی قد کاٹھ کا نتیجہ تھی۔

پی ٹی ایم کے ابھرنے سے جرگوں اور عہد و پیمان کے ذریعے قبائلی تنازعات کو گھٹا کر قبائل کے درمیان اتحاد کو فروغ ملا۔

تحریک میں سر عام اور پسِ منظر میں خواتین کو شامل کر کے پی ٹی ایم نے ان مفروضوں کا خاتمہ کیا ہے کہ قبائلی خواتین عوامی زندگی میں شامل نہیں ہو سکتیں۔ کئی خواتین نے رہنماؤں، کارکنوں اور حامیوں کی حیثیت سے پی ٹی ایم کے جلسوں، مارچ اور دھرنوں میں شرکت کی ہے اور ان فورمز نے انھیں بات چیت اور اہم سماجی، معاشی و سیاسی معاملات کی فیصلہ سازی میں شامل ہونے موقع دیا ہے۔ فاٹا-خیبر پختونخوا کے انضمام نے بھی مقامی حکومت میں خواتین کی نمائندگی میں اضافہ کیا ہے، جس سے سابقہ فاٹا کے لیے صوبائی اسمبلی میں 21 نشستیں بڑھی ہیں۔ ان میں سے چار نشستیں خواتین کے لیے مخصوص ہیں، جن سے 145 اراکین کے ایوان میں خواتین کی نمائندگی 26 تک جا پہنچی ہے۔ قبائلی خواتین اب اپنی برادریوں کے اہم مسائل کے حوالے سے قانون سازی کا اختیار رکھتی ہیں۔

پی ٹی ایم کے ابھرنے سے جرگوں اور عہد و پیمان کے ذریعے قبائلی تنازعات کو گھٹا کر قبائل کے درمیان اتحاد کو فروغ ملا۔

پی ٹی ایم کو ایک اور کامیابی 29 جنوری 2019ء کو ملی جب وزیر اعظم عمران خان نے تعزیراتِ پاکستان میں ایک مجوزہ ترمیم کی منظوری دی جس کے مطابق جبری طور پر لاپتہ کرنا ایک فوجداری جرم بن گیا ہے۔ اس کے بعد سینٹر فار ریسرچ اینڈ سکیورٹی اسٹڈیز اسلام آباد (سی آر ایس ایس آئی 2019ء) کے مطابق آئندہ سال میں قبائلی علاقوں میں ٹارگٹ کلنگ میں تقریباً 40 فیصد کمی آئی۔

پی ٹی ایم کے اقدامات کا نتیجہ بارودی سرنگوں کی صفائی، قبائلی علاقوں میں پشتونوں کی چوکیوں سے آزاد نقل و حرکت اور کئی لاپتہ افراد کی واپسی کی صورت میں نکلا ہے کہ جو جبری طور پر لاپتہ کر دیے گئے تھے۔ 30 اپریل 2019ء کو فوج کے ترجمان [38] نے ایک پریس کانفرنس میں پی ٹی ایم کے مطالبات پر جواب دیتے ہوئے کہا کہ "45 فیصد بارودی سرنگ کا علاقہ صاف کر لیا گیا ہے۔۔۔ چوکیوں کی تعداد گھٹائی گئی ہے اور (پی ٹی ایم نے حکومت کو 8,000 افراد پر مشتمل جو اصل فہرست فراہم کی تھی اس میں سے) لاپتہ افراد کی تعداد گھٹ کر 2,500 ہو گئی ہے۔" (بخاری 2020ء[39])

پی ٹی ایم کی کامیابیوں نے دیگر نسلی اقلیتوں کو متاثر کیا ہے، جن میں سندھ اور بلوچستان کے صوبوں میں لاپتہ افراد کی تحاریک شامل ہیں۔ سوات میں پی ٹی ایم کی ایک رہنما نے کہا کہ "چند سندھی لاپتہ افراد گھروں کو واپس تک آئے ہیں کیونکہ ہم نے اپنے جلسوں میں لاپتہ افراد کی تمام تحریکوں کے لیے مطالبہ کیا تھا۔ انھوں نے اسلام آباد اور سندھ میں مظاہرے اور مارچ بھی کیے تھے اور ہم نے ان کی حمایت کی تھی۔[40]

---

38 گو کہ حکومت پاکستان اپنے اقدامات کو وائٹ واش کرنے کی کوششیں نہ کرنے اور – خاص طور پر پی ٹی ایم کے بارے میں – غلط معلومات دینے کے لیے مشہور نہیں لیکن ان اعداد و شمار کی میدانِ عمل میں موجود کارکنوں نے بھی تصدیق کی ہے۔

39 انٹرویوی نمبر 4 کے ساتھ فیلڈ انٹرویو میں پتہ چلا

40 انٹرویوی نمبر 5 کے ساتھ انٹرویو، 10 ستمبر 2018ء

بالآخر پی ٹی ایم قبائلی علاقوں کے پشتونوں کو پیش آنے والے تجربات کامیابی کے ساتھ میڈیا اور بین الاقوامی برادری کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہوئی۔تحریک کے آغاز سے پہلے قبائلی علاقوں میں جنگ اور دہشت گردی کی معلومات محض حکومت کے سرکاری ورژن سے ہی سامنے آتی تھی۔ پی ٹی ایم کی مزاحمت نے کشیدہ علاقوں کو دنیا کے لیے کھول دیا۔سوشل میڈیا پوسٹس کے ذریعے پی ٹی ایم نے طالبان کی موجودگی کو تنقید کا نشانہ بنایا، کارکنوں پر طالبان کے حملوں کو دستاویزی صورت دی (سعید 2019ء)،اور اہم کرداروں پر دباؤ ڈالا کہ وہ پُرتشدد شدت پسند، دہشت گرد حملوں اور پشتون علاقوں میں پراکسی وار کے خاتمے کے لیے کردار ادا کریں (ایکسپریس ٹریبیون 2018ء)۔ان کاوشوں نے ریاست کی جانب سے قبائلی پشتونوں کو پُرتشدد جہادی کے طور پر دِکھانے کے تاثر کے خاتمے میں بھی مدد دی۔

عدم تشدد پر مبنی کامیاب مزاحمت کے لیے پی ٹی ایم کے اہم نکات

عام لوگوں کو تحریک دینا

پی ٹی ایم ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے عام افراد کی توجہ حاصل کرتی ہے، جن میں کسان، مزدور، بزرگ، خواتین اور بچے شامل ہیں۔ یہ تحریک کو مقامی طور پر قیادت دینے اور مقامی حمایت کے حصول کے لیے ایک مؤثر حکمت عملی ہے۔ یہ شمولیت تحریک کے مقامی سطح پر قدموں کو مضبوط کرتی ہے جس کا نتیجہ مقامی افراد کی جانب سے پی ٹی ایم کے مالی معاملات، لاجسٹکس اور رابطہ کاری میں کھل کر مدد کرنے کی صورت میں نکلتا ہے۔ تمام پی ٹی ایم تقریبات میں عام خواتین، مرد، بچے اور نوجوان اپنے شکوے شکایات کے اظہار، اپنے لاپتہ رشتہ داروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور فوج کی جانب سے اپنے گھروں کو تباہ کرنے پر زرتلافی کے مطالبے کے لیے بڑی تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔

مہمات کے لیے مقامی سطح پر سرمایہ اکٹھا کرنا

پی ٹی ایم کی کامیابی عدم تشدد پر مبنی تحریکوں کے لیے اپنا سرمایہ مقامی سطح پر اکٹھا کرنے کے فوائد کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ حکمت عملی دشمن کے ان دعووں کا مقابلہ کرسکتی ہے کہ تحریک دراصل ریاست کو نقصان پہنچانے کے لیے غیر ملکی کرداروں کی پشت پناہی رکھتی ہے۔ مقامی سطح پر سرمایہ حاصل کرنے والی مہمات کی بدولت حکومت کی جانب سے تحریک کو مالی طور پر بے اثر کرنے کے امکانات بھی گھٹ سکتے ہیں۔

مقامی اشرافیہ کو شامل کرنا

عدم تشدد پر مبنی تحاریک معاہدوں اور عہد و پیمان کے ذریعے مقامی اشرافیہ کے ساتھ اتحاد کر کے دشمن کی طاقت کو کمزور کرسکتی ہیں۔ پاکستان میں مقامی اشرافیہ حکومت کے ساتھ سیاسی ومعاشی اختیار رکھتی ہے اور تحریک اور اس کے سخت ترین دشمن کے درمیان ڈھال کا کردار ادا کرسکتی ہے۔ گو کہ قبائلی ملک جبری گمشدگی اور مقامی امن کمیٹیوں کے معاملات پر پی ٹی ایم سے اتفاق نہیں کرتے، لیکن ابتدائی طور پر وہ تحریک کی حمایت کے لیے آزاد تھے۔ اس سے پی ٹی ایم کو مشترکہ مسائل۔ بشمول بارودی سرنگوں کی صفائی، ٹارگٹ کلنگ کے خاتمے اور قبائلی پشتونوں کو سرکاری میڈیا پر جنگجو کی حیثیت سے دکھانا بند کرنے کے مطالبات — سمجھنے میں مدد ملی اور ممکنہ طور پر ریاست کی جانب سے چند معاملات میں دباؤ کی شدت میں کمی آئی۔

مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مل کر کام

عدم تشدد پر مبنی تحریک نے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے رہنماؤں کی بڑی تعداد کے ساتھ اپنے تعلق سے فائدہ اٹھایا ہے۔ پی ٹی ایم نے امن، انسانی حقوق، عدم تشدد پر مبنی نظریات اور اقدامات کے مؤثر ہونے کے حوالے سے مذہبی انداز میں تبلیغ کے لیے مذہبی رہنماؤں کا استعمال کیا۔ باچا خان نے عدم تشدد پر مبنی جہاد کو اسلام کی "جہادِ اکبر" کی تعلیمات کی بنیاد پر ترتیب دیا جو مسلمان (یہاں تک کہ ہندو اور سکھ) مذہبی رہنماؤں کی استعماری مظالم کے خلاف جدوجہد سے متاثر تھا۔ اپنی تحریک کو سرخ پوش تحریک کی روحانی جانشیں قرار دیتے ہوئے پی ٹی ایم نے مذہبی ڈھانچے میں بھی پیش کیا۔

مزاحمتی تحریک کی مقامی روایت کی بنیاد پر آگے بڑھنا

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ پی ٹی ایم باچا خان اور سرخ پوش تحریک کی بنیادوں پر کھڑی ہوئی۔ عدم تشدد پر مبنی تحاریک کے کارگر ہونے کے حوالے سے تاثر خطے میں عدم تشدد پر مبنی مزاحمت کی تاریخ سے مل سکتا ہے۔ یہ مضبوط اتحاد کے قیام اور مؤثر رابطہ کاری کی ایسی حکمت عملیاں بنانے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے جو مشترکہ تاریخ، تجربات اور مقامی آبادی کے لیے پُرکشش ہوں۔ یہ عدم تشدد کی تعلیمات کو برقرار رکھنے سے تحریک کی بھرپور وابستگی کو بھی تقویت دے سکتی ہے، مثلاً بزرگوں کے عدم تشدد پر مبنی کامیاب اقدامات کی بنیاد پر اپنی تنظیم سازی کرنا۔

عدم تشدد کے ضوابط کو تقویت دینا

ایک تشدد پر مائل حریف کے خلاف عدم تشدد پر مبنی تعلیمات پر کاربند رہنے میں تحریک کی قیادت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ پی ٹی ایم کا پیغام دراصل اس کے اہم رہنماؤں کی عدم تشدد سے بھرپور وابستگی ہے جنھوں نے تحریک کو اخلاقی برتری دی ہے۔ یہ وابستگی ہوسکتا ہے ریاست کے دباؤ کی شدت اور تواتر کے ساتھ کم ہوجائے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں پُرتشدد مظاہرے عام ہوں، عدم تشدد پر مبنی اقدامات کو معاشرے کے غیر جانب دار افراد دل سے سراہتے ہیں۔منظور پشتین پاکستان کی سکیورٹی فورسز کی جانب سے سخت دباؤ کے باوجود عدم تشدد پر مبنی حکمت عملیاں اور تدابیر اختیار کر کے اپنے حامیوں کو مستقل یہ عہد یاد دلاتے ہیں۔

خواتین کی قائدانہ عہدوں پر شمولیت

عدم تشدد پر مبنی مہمات میں ہر عمر کی خواتین کو شامل ہونا چاہیے، کیونکہ خواتین کی قیادت اور شرکت تحریک کی عوام میں نمائندگی کو بڑھاتی ہے۔ زیادہ نمائندگی سے تحریک کی مؤثریت بڑھ سکتی ہے ساتھ ہی ایک روایتی مظلوم گروہ کو سیاسی طور پر بااختیار بنا سکتی ہے۔ یہ پاکستان کے پدرشاہی(patriarchal) معاشرے میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ پی ٹی ایم کے اہم ترین اثرات میں سے ایک معاشرے میں خواتین کی بڑھتی ہوئی شمولیت ہے۔تحریک کے اٹھائے گئے اقدامات اور پاکستان کے نوضم شدہ قبائلی علاقوں میں انتخابی عمل کے آغاز یہ رجحان برقرار رہ سکتا ہے بلکہ اس میں اضافہ بھی ہوسکتا ہے۔

مختلف نسلی گروہوں کی نمائندگی

عدم تشدد پر مبنی تحاریک کو مؤثر عوامی طاقت بننے کے لیے دیگر مظلوم گروہوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنا چاہیے، بجائے اس کے کہ وہ ایک ہی گروہی شناخت پر توجہ رکھیں۔ پی ٹی ایم کی تحریک پشتون شناخت کے گرد گھومتی ہے، جیسا کہ اس کے نام اور نعروں سے ظاہر ہے۔لیکن پی ٹی ایم نے دیگر نسلی گروہوں تک بھی رسائی حاصل کی ہے، جس میں بلوچ اور سندھی خواتین کے ساتھ اظہار یکجہتی اور ایسی رابطہ کاری شامل ہے جو عام شکوے شکایات مثلاً جبری گمشدگی، ٹارگٹ کلنگ اور نسلی و مذہبی اقلیتوں پر عسکریت پسندوں کے حملوں پر بات کرے۔ بین النسلی اتحاد قائم کرنے اور دیگر مظلوم اقلیتی گروہوں کے ساتھ یکجہتی کے واضح اقدامات اٹھا کر اور قومی، نسلی، لسانی اور سماجی تقسیم کو کم کرنے کے لیے ان کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے تحریک مضبوط تر ہو رہی ہے۔

سوشل میڈیا کا متوازن استعمال

عدم تشدد پر مبنی تحریکیں سوشل میڈیا کے تزویراتی لیکن متوازن استعمال کے ذریعے بھی بیرونی مدد حاصل کرسکتی اور داخلی سطح پر اتحاد قائم کرسکتی ہیں۔ پی ٹی ایم نے سوشل میڈیا پر اپنے اہم رابطہ کاری ذریعے کی حیثیت سے کام کیا ہے، اور اس کی آن لائن سرگرمیوں کی مؤثریت زیادہ تر فیس بک، ٹوئٹر اور واٹس ایپ پر منحصر ہے۔سوشل میڈیا پر بہت زیادہ انحصار تحریک کی نقل و حرکت کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے کیونکہ بہت سے پی ٹی ایم کے حامی انٹرنیٹ تک رسائی نہیں رکھتے

یا وہ ناخواندہ ہیں۔ ریاست بھی انٹرنیٹ کو بند یا سست کرسکتی ہے، جو آن لائن اقدامات کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ البتہ پی ٹی ایم نے ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنی آن لائن تدبیراتی صلاحیتوں کو متوازن اور متنوّع بنانے کی قابلیت رکھتی ہے اور میدان پرعملی تنظیم اور آف لائن رابطہ کاری کے ذریعے انٹرنیٹ کی ممکنہ بندش کا علاج کرسکتی ہے۔ آف لائن رابطوں میں عوامی مقامات مثلاً خریداری کے مراکز، بازاروں اور لاری اڈوں پر جانا شامل ہے۔ ان دوروں میں پی ٹی ایم کارکن عوام کے سامنے اپنے مطالبات بذریعہ ہینڈ بلز اور پمفلٹس اور ناخواندہ افراد کے ساتھ زبانی کلامی گفتگو کے ذریعے پیش کرتے ہیں۔ رابطوں کی یہ مختلف تدابیر پی ٹی ایم کے لیے مزاحمت کی کامیاب حکمتِ عملی ہیں۔

اس رپورٹ کے نتائج بتاتے ہیں کہ مقامی معلومات، متنوّع کرداروں اور حامیوں کی شمولیت اور انصاف کے مطالبے کے بین الاقوامی طریقے عدم تشدد پر مبنی تحریک کو معاشرے میں تبدیلی کا ایک مؤثر اور طاقتور محرّک بنانے کی بنیاد ہیں۔ پی ٹی ایم کی تحریک ظاہر کرتی ہے کہ عدم تشدد پر مبنی شہری مزاحمت ایسے معاشرے میں مؤثر اور کامیاب حکمت عملی رکھ سکتی ہے جہاں تشدد اور بے رحمانہ ظلم عام ہو۔

ضمیمہ I: دہشت گرد گروہ، دہشت گردی کے خلاف جنگ، اور قبائلی پشتونوں پر ان کے اثرات

"اگر طالبان کے محفوظ ٹھکانے پاکستان سے ختم کر دیے جائیں، خاص طور پر فاٹا سے، اور ریاست پاکستان 'اچھے طالبان، بُرے طالبان' کی حکمت عملی ترک کر دے، تو افغانستان کے پشتون سکون کا سانس لیں گے۔" منظور پشتین، 11 اپریل 2018ء کو ڈی ڈبلیو نیوز کو انٹرویو۔

پاکستان کے قبائلی علاقوں میں دہشت گرد گروہوں اور تنظیموں کا پیچیدہ جال بچھا ہوا ہے۔ ان گروہوں میں القاعدہ، طالبان اور لشکرِ جھنگوی العالمی شامل ہیں۔ "لشکرِ جھنگوی العالمی ایک شیعہ مخالف دہشت گرد گروہ ہے – جو سپاہِ صحابہ پاکستان سے پھوٹا تھا– جو پاکستان کے قبائلی علاقوں سے در اندازی کر کے افغانستان کی شیعہ آبادی پر دہشت گرد حملوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ ان عسکری گروہوں میں افغان، عرب، چیچن، ازبک، تاجک، مقامی پشتون اور پاکستان کے دیگر نسلی و لسانی گروہ شامل ہیں۔

افغان طالبان اور تحریکِ طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کی صورت میں طالبان کی مزید تقسیم ہو سکتی ہے۔ افغان طالبان میں زیادہ تر افغانستان میں کام کرنے والا حقانی نیٹ ورک شامل ہے، جو پاکستان نواز ہے اور پاکستانی حکام کی جانب سے انھیں "اچھے طالبان" یا مجاہدین قرار دیا جاتا ہے۔ ٹی ٹی پی کو پاکستانی حکام "بُرے طالبان" قرار دیتے ہیں۔ یہ رپورٹ مندرجہ بالا تمام گروہوں کا ذکر عسکریت پسند، شدت پسند یا دہشت گرد کے طور پر کرتی ہے۔ پی ٹی ایم ان تمام گروہوں کے خلاف ہے اور انھیں پشتون علاقوں سے نکالنا چاہتی ہے۔

ریاست اور اس کے غیر ملکی اتحادیوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں قبائلی علاقوں میں متعدد آپریشنز کیے۔ آپریشن راہِ نجات جون 2009ء میں شروع ہوا جس میں پاکستان کی سکیورٹی فورسز ٹی ٹی پی اور اس کے اتحادیوں کو جنوبی وزیرستان سے نکالنا چاہتی تھیں۔ عسکریت پسندوں کو علاقے سے نکالنے کے لیے جنوبی وزیرستان کی پوری شہری آبادی کی نقل مکانی کی گئی تھی۔ آپریشن کے آغاز کے بعد ابتدائی سات ماہ میں 1,07,000 سے زیادہ خاندان، جن کی اکثریت محسود قبائل پر مشتمل تھی، داخلی طور پر بے گھر ہونے والے افراد (IDPs) بن گئے تھے (خان 2012ء)۔ چند خیبر پختونخوا کے اضلاع ٹانک اور بنوں کے نواح میں واقع آئی ڈی پی کیمپوں میں منتقل ہو گئے جبکہ دیگر خطے کے بڑے شہروں مثلاً پشاور، راولپنڈی اور کراچی کی جانب ہجرت کر گئے۔

پشتون آئی ڈی پیز کو ریاست کے بیانیے کی وجہ سے رہنے کے نئے مقامات تلاش کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ریاست پشتونوں پر دہشت گرد کا لیبل لگا رہی تھی۔ 2014ء میں پنجاب اور سندھ کی صوبائی حکومتوں نے قبائلی پشتون آئی ڈی پیز کے اپنے علاقوں میں داخلے پر پابندی لگائی۔ ان کا دعویٰ تھا کہ طالبان قبائلی شہریوں میں چھپ کر خفیہ طور پر ان کے صوبوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ریاست کی پھیلائی گئی نسل پرستی کا ایک اور اظہار اس واقعے سے ہوتا ہے کہ 2017ء میں دہشت گردی کے خلاف آپریشنز کے دوران پنجاب اور اسلام آباد کے علاقوں کی سکیورٹی فورسز نے سینکڑوں پشتون مزدوروں، دکان داروں اور خوانچہ فروشوں کو گرفتار کیا۔ (صدیقی 2019ء)

یہ نقشہ پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر واقع فاٹا کے سات سابق علاقوں کا تزویراتی محل وقوع ظاہر کرتا ہے۔ شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان میں فوجی پیش قدمی خطے میں پوری پوری آبادیوں کے بے گھر ہونے کی وجہ بنا، جن میں سے زیادہ تر نے بنوں اور ٹانک کے ملحقہ اضلاع کا رخ کیا۔

نقشہ 2: پاکستان-افغانستان سرحد پر سابقہ فاٹا کے سات سابق اضلاع

یہ نقشہ پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر واقع فاٹا کے سات سابق علاقوں کا تزویراتی محلِ وقوع ظاہر کرتا ہے۔ شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان میں فوجی پیش قدمی خطے میں پوری پوری آبادیوں کے بے گھر ہونے کی وجہ بنا، جن میں سے زیادہ تر نے بنوں اور ٹانک کے ملحقہ اضلاع کا رخ کیا۔

10 اپریل 2010ء کو پاکستان کے لڑاکا طیاروں نے ضلع خیبر کے ایک گاؤں سراویلا میں اہداف پر بمباری کی، یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ ایک اعلیٰ سطحی فوجی کمانڈر کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ اس کے بجائے انھوں نے ایک حکومت نواز خاندان کے گھر کو نشانہ بنالیا جن کے تین بھائی سرکاری افواج میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ ایک دوسرا بم پڑوسی مکانات پر عین اس وقت جا گرا جب وہ پہلے حملے کے بعد زخمیوں کی مدد کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کم از کم 60 شہری مارے گئے اور 30 زخمی ہوئے۔ فوجیوں اور عسکریت پسندوں کے مابین ہونے والی فائرنگ میں بھی شہری مارے گئے۔

جاری فوجی آپریشن کے باوجود 2010ء میں سکیورٹی فورسز نے جنوبی وزیرستان کو آئی ڈی پیز کی واپسی کے لیے محفوظ قرار دے دیا۔ چار سال بعد جون 2014ء میں پاکستانی فوج نے ملحقہ شمالی وزیرستان میں آپریشن ضربِ عضب کا آغاز کیا جس سے ملک کی تاریخ کی سب سے بڑی داخلی ہجرت ہوئی۔ آپریشن کے پہلے مہینے میں 80,302 خاندانوں کے تقریباً 10 لاکھ شہری پاکستان کی حکام کی جانب سے دوسرے علاقوں کو منتقل کیے گئے۔ 2018ء کے موسم گرما تک 14,000 سے زیادہ خاندان شمالی وزیرستان واپسی کے لیے اب بھی حکومت کی اجازت اور مدد کے منتظر تھے۔ دسمبر 2019ء تک یہ اعداد و شمار گھٹتے ہوئے 2,000 خاندان رہ گئے جو اب بھی بقا خیل آئی ڈی پی کیمپ میں موجود ہیں۔

جب آئی ڈی پیز اپنے گھروں کو واپس آنا شروع ہوئے تو روزمرہ مشکلات کے ساتھ ساتھ انھیں عسکریت پسندوں کے خلاف آپریشن میں فوج کی جانب سے بچھائی گئی بارودی سرنگوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ پی ٹی ایم کے مطابق فروری 2018ء تک ان سرنگوں سے 77 افراد زخمی ہوئے اور کم از کم 18 مارے گئے۔ سابقہ فاٹا میں فوج اور عسکریت پسندوں نے امپروائزڈ ایکسپلوزو ڈیوائس (IEDs) جیسی بارودی سرنگوں کا ایک جارحانہ ہتھیار کی حیثیت سے استعمال کیا، جو اسکولوں کی عمارتوں، گھروں اور زرعی اراضیوں میں لگائی گئیں۔ بارودی سرنگوں کا نشانہ بننے والے بیشتر افراد بچے اور خواتین تھیں۔ مارچ 2000ء سے جولائی 2019ء تک پاکستان میں بارودی سرنگوں کے 498 دھماکے ہوئے۔ یہ دھماکے 1,026 افراد کی ہلاکت اور 2,447 کے زخمی ہونے کا سبب بنے۔ بارودی سرنگوں کے ہاتھوں اموات اور زخمیوں کی سب سے زیادہ شرح سابقہ فاٹا (172) میں رپورٹ کی گئی، جس کے بعد خیبر پختونخوا (132)، بلوچستان (83)، سندھ (70) اور پنجاب (45) رہے۔ بارودی سرنگوں کے ہاتھوں سب سے زیادہ 371 اموات سابقہ فاٹا میں رپورٹ کی گئیں (ایس اے ٹی پی 2019ء)۔

قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشنز سے لاپتہ افراد کا مسئلہ بھی پیدا ہوا۔ کمیشن آف انکوائری آن انفورسڈ ڈس اپیئرنس (CIED) نے 2011ء میں اپنے آغاز کے بعد سے ایسے 4,000 سے زیادہ معاملات دیکھے ہیں، لیکن ابھی جبری طور پر لاپتہ کرنے والے کسی ایک فرد کو بھی انصاف کے کٹہرے میں نہیں لایا گیا۔ البتہ انسانی حقوق کے اداروں اور کارکنوں کے مطابق لاپتہ ہونے والے افراد کی تعداد CIED کے کیسز سے کہیں زیادہ ہے۔ منظور پشتین کے مطابق پشتون علاقوں میں فوجی آپریشنز کے آغاز کے بعد سے علاقے کے 30,000 سے زیادہ پشتون لاپتہ ہوئے ہیں۔

ضمیمہ II: انٹرویو دینے والے افراد سے متعلق ایک نوٹ

اس تحقیق میں پشتون تحفظ موومنٹ کے چھ اہم رہنماؤں اور کارکنوں نے مصنف کو انٹرویو دیے۔حفاظت کے خدشات کے پیش نظران کے نام اس اشاعت سے نکال دیے گئے ہیں۔ جدول 2 میں ہر انٹرویو دینے والے کی تفصیل پیش ہے۔

جدول 2: اس تحقیق کے لیے انٹرویو دینے والے افراد

انٹرویو دینے والے افراد	تفصیل
انٹرویوی نمبر 1	ضلع ٹانک سے مرد کارکن اور پی ٹی ایم رہنما
انٹرویوی نمبر 2	پشاور شہر سے ایک یونیورسٹی طالب علم اور پی ٹی ایم کارکن
انٹرویوی نمبر 3	خاتون رہنما اور اسلام آباد سے پی ٹی ایم کارکن
انٹرویوی نمبر 4	مرد کارکن اور ڈنمارک سے پی ٹی ایم کوآرڈنیٹر
انٹرویوی نمبر 5	خاتون استانی اور ضلع سوات سے پی ٹی ایم رہنما
انٹرویوی نمبر 6	اسلام آباد سے پی ٹی ایم کے مرد کارکن

حوالہ کتابیات

بینر جی، مکولیکا۔ The Pathan Unarmed: Opposition & Memory in the North West Frontier، سانتافی: اسکول آف امریکن ریسرچ پریس، 2000ء۔

بینٹنگ، ایرن۔ Afghanistan: The People۔ نیویارک، کریب ٹری پبلشنگ کمپنی، 2003ء۔

بخاری، شرمین، 2020ء۔ "تصویر میں ساگر مکیش میگھواڑ ہیں۔۔۔" فیس بک، 20 جنوری 2021ء۔ https://www.facebook.com/sharmeen.bukhari.146/posts/839784470209986

سینٹر فار ریسرچ اینڈ سکیورٹی اسٹڈیز اسلام آباد (CRSSI)۔ سالانہ سکیورٹی رپورٹ – 2019ء (پریس ریلیز)۔ 30 دسمبر 2019ء۔ https://crss.pk/story/31-reduction-in-terrorism-in-2019-improving-security-situation-reports-crss/

ڈیلی ٹائمز۔ "Twitterati React to Punjab Govt's Muharram Ad Featuring Manzoor Pashteen"۔ 15 ستمبر 2018ء۔ https://dailytimes.com.pk/298517/twitterati-react-to-punjab-govts-muharram-ad-featuring-manzoor-pashteen-2

داوڑ، محسن۔ "میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔۔۔" ٹوئٹر، 5 فروری 2021ء۔ https://twitter.com/mjdawar/status/1357641569743101954

ثنا اعجاز، 2021ء۔ "میں ابھی گھر پہنچی ہوں!" فیس بک۔ 17 جنوری 2021ء۔ https://www.facebook.com/sanamdn/posts/4326746194018472

ایکسپریس ٹریبیون۔ "Islamabad, Army Backs US Peace Talks with Taliban." 6 دسمبر 2018۔ https://tribune.com.pk/story/1861478/1-army-focused-improving-reltions-idi-adg-ispr/

"فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن" وکیپیڈیا۔ رسائی حاصل کی گئی 22 فروری 2019ء کو۔ https://en.wikipedia.org/wiki/Frontier_Crimes_Regulation

گندھارا: سینٹر فار پیس اینڈ کلچر ایجوکیشن۔ فیس بک۔ رسائی حاصل کی گئی 8 جنوری 2020ء کو۔ https://www.facebook.com/Gandhara-Center-for-Peace-Culture-Education-175558732644698/

گونارتنا، روہن اور اینڈرس نیلسن۔ "القاعدہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں اور اس سے آگے۔" تنازع اور دہشت گردی میں تحقیق 31، نمبر 9 (2008ء)۔ 775-807۔

آئی ایس پی آر آفیشل [یوٹیوب صارف]۔ "ڈی جی آئی ایس پی آر پریس کانفرنس۔" یوٹیوب وڈیو۔ 29 اپریل 2019ء۔ https://www.youtube.com/watch?v=xIOhjM9PaAE

کاظم، محمد۔ "ثنا اعجاز: پی ٹی ایم رہنما بلوچستان بے دخل،" بی بی سی نیوز۔ 18 جنوری 2021ء۔ https://www.bbc.com/urdu/pakistan-55699225

خان، عبدالکریم۔ "خدائی خدمت گار: سرخ پوش تحریک شمال مغربی سرحدی صوبے میں برطانوی ہندوستان کی 1927-1947۔" پی ایچ ڈی diss۔ یونیورسٹی آف ہوائی، 1997ء۔

خان، عدنان۔ "پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم): نظام حکومت کے لیے ایک خطرہ۔" انٹرنیشنل مارکسسٹ ٹینڈینسی، 25 اپریل 2018ء۔ https://marxist.dk/in-english/5847-the-pashtun-tahafuz-protection-movement-ptm-a-threat-to-the-regime.html

خان، آئینہ۔ "پاکستان کے لوک بینڈ نے کس طرح موسیقی کے ذریعے پشتون بیانیہ تبدیل کیا،" الجزیرہ۔ 21 جنوری 2021ء۔ https://www.aljazeera.com/news/2021/1/21/folk-music-more-to-pashtuns-beyond-extremism

خان، زاہد علی۔ "فاٹا اور پاٹا میں فوجی آپریشنز: پاکستان کے لیے مضمرات۔" تزویراتی تحقیق 31/32 نمبر 1 (بہار 2012ء): 129-146

مسعود، سلمان، مجیب مشعل اور ضیاء الرحمٰن۔ "Time Is Up: Pakistan's Army Targets Protest Movement, Stifling Dissent." نیویارک ٹائمز، 28 مئی 2019ء۔ https://www.nytimes.com/2019/05/28/world/asia/pakistan-pashtun-dissent.html۔

محسود، سیلاب۔ "Wana Market Dynamited as Punishment for Major's Killing." ڈان نیوز، 5 نومبر 2016ء۔ https://www.dawn.com/news/1294376/wana-market-dynamited-as-punishment-for-majors-killing.

نیا دور۔ "قبائلی علاقوں کا انتظام شہریوں کے حوالے ہونا چاہیے: وزیرستان امن جرگے کا مطالبہ۔" 5 فروری 2021ء https://urdu.nayadaur.tv/55096/۔

پاکستان تحفظ موومنٹ آفیشل [PTMO]۔ فیس بک۔ 2020ء میں حاصل کیا گیا۔ https://www.facebook.com/groups/729081397428482.

پشتین، منظور احمد۔ 2020ء۔ "سندھ میں لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے آواز بلند کرنے کے لیے فورم کے رہنماؤں سے ملاقات۔" فیس بک، 5 دسمبر 2020ء۔ https://www.facebook.com/manzoor.mehsud/posts/3465053163592370۔

پشتون گلوبل ڈائسپورا۔ فیس بک۔ حاصل کردہ 16 ستمبر 2019ء۔ https://www.facebook.com/pashtungd.

"پشتون تحفظ موومنٹ۔" وکیپیڈیا۔ آخری بار ترمیم کی گئی 21 اگست 2021ء کو۔ https://en.wikipedia.org/wiki/Pashtun_Tahafuz_Movement۔

پشتون تحفظ موومنٹ آفیشل (پی ٹی ایم او) فیس بک۔ https://www.facebook.com/groups/729081397428482.

پاور ٹی وی ٹاک شوز [یوٹیوب صارف]۔ "محسن داوڑ کی آج قومی اسمبلی میں تقریر۔" یوٹیوب وڈیو۔ یکم اکتوبر 2019ء۔ https://www.youtube.com/watch?v=SdUj3ZQXBNA۔

روگیو، بل۔ "طالبان نے سوات میں 25 پاکستانی فوجی پکڑ لیے۔" فاؤنڈیشن فار ڈیفنس آف ڈیموکریسیز لانگ وار جرنل، 29 جولائی 2008ء۔ https://www.fdd.org/analysis/2008/07/29/taliban-capture-25-pakistani-security-personnel-in-swat/۔

سعید، سعد۔ "پاکستانی کارکن کی گرفتاری نے افغانستان میں تناؤ کو ایندھن فراہم کر دیا۔" روئٹرز، 8 فروری 2019ء۔ https://www.reuters.com/article/us-pakistan-arrests/pakistan-activists-arrests-fuel-tension-with-afghanistan-idUSKCN1PW0XS۔

سایرز، ایرک۔ "The Islamic Emirate of Waziristan and the Bajaur Tribal Region: The Strategic Threat of Terrorist Sanctuaries." سینٹر فار سیکیورٹی پالیسی، 16 فروری 2007ء۔ https://centerforsecuritypolicy.org/the-islamic-emirateof-waziristan-and-the-bajaur-tribal-egion/the-strategic-threat-of-terrorist-sanctuaries/

صدیقی، ضحیٰ۔ "Firebranding the Frontier: The Women of the Pashtun Tahaffuz Movement." جمہور، 6 مئی 2019ء۔ https://www.jamhoor.org/read/2019/5/06/firebranding-the-frontier-the-women-of-the-pashtun-tahafuzmovement.

ساؤتھ ایشیا ٹیررازم پورٹل [SATP]۔ 2019ء۔ https://www.satp.org/۔

سید، باقر سجاد اور سید عرفان رضا۔ "غیر ملکی جاسوسی ادارے پی ٹی ایم کو سرمایہ دیتے ہیں، فوج۔" ڈان نیوز، 30 اپریل 2019ء۔ https://www.dawn.com/news/1479321۔

دی کلک پلس [یوٹیوب صارف]۔ "منظور پشتین کی تقریر ڈیرہ اسماعیل خان جلسہ میں۔" یوٹیوب وڈیو۔ 15 جولائی 2018ء۔ https://www.youtube.com/watch?v=0ar7w0DLB0E.

وزیر، علی۔ "قربانیاں اور جدوجہد۔" ایشین مارکسسٹ ریویو، 28 مئی 2019ء۔ http://www.marxistreview.asia/sacrifices-and-struggle-2۔

یوسف، فاروق۔ "Pakistan's Colonial Legacy: FCR and Postcolonial Governance in the Pashtun Tribal Frontier." انٹروینشنز 21، نمبر 2۔ 172-187 (2019ء)۔

تصویر کے کریڈٹس

تصاویر 1، 3، 6، 7، 9، 10: مصنف کو پی ٹی ایم کے نامعلوم رکن نے فراہم کیں۔ اجازت سے شائع کی گئیں۔

تصویر 2: پی ٹی ایم کا ٹوئٹر اکاؤنٹ، PashtunTM_Offi@۔

تصویر 4: طارق کا ٹوئٹر اکاؤنٹ، afghan_tariq@

تصویر 5: ثنا اعجاز کا ٹوئٹر اکاؤنٹ، sanaejaz2 @

تصویر 8: محسن داوڑ کا فیس بک اکاؤنٹ، https://www.facebook.com/mohsindawar۔

تصویر: 11: منظور پشتین کا ٹوئٹر اکاؤنٹ، manzoorpashteen@۔

نقشہ 1: قمر جعفری اور بروس پیئرسن کا تیار کردہ۔ "فری پاکستان SVG نقشے" کی بنیاد پر سمپل میپس کے۔ ایس وی جی میپ لائبریری لائسنس کے تحت لائسنس شدہ: https://simplemaps.com/resources/svg-license۔

نقشہ 2: قمر جعفری اور بروس پیئرسن کا تیار کردہ۔ میپ 1 فائلز اور پہاڑی صاحب کے "NWFP FATA.svg" پر مبنی۔ https://commons.wikimedia.org/w/index.php?curid=2211738۔ لائسنس یافتہ کری ایٹو کامنز ایٹریبیوشن– شیئر الائیک 3.0 انپورٹڈ (CC BY-SA 3.0) کے تحت: https://creativecommons.org/licenses/by-sa/3.0/۔

اظہارِ تشکر

میں، مصنف اس منصوبے کی تکمیل میں بھرپور حمایت اور ناقدانہ اصلاح کرنے پر ڈاکٹر اسٹیو چیز اور ڈاکٹر ماسیج بارتکوسکی کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں وسیع تر مواد اور اس اشاعت کے ڈیزائن کے حوالے سے مختلف سمتوں میں رہنمائی کرنے پر بھی بروس پیئرسن، جولیا کونسٹینٹین اور آرون ٹروئیا کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے اُن بے نام رابطوں کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے انٹرویو دینے والوں سے رابطہ کروانے اور قبائلی علاقوں کی تصاویر فراہم کرنے میں مدد دی۔ خاص طور پر وہ انٹرویو دینے والے جو بار بار کے کرفیو اور انٹرنیٹ رابطے منقطع ہونے کے باوجود انٹرویو ریکارڈ کرنے اور مجھے آڈیو پیغامات کے ذریعے اپنی رائے دینے کے لیے کئی کلومیٹرز پیدل چل کر انٹرنیٹ رسائی رکھنے والے قریبی علاقوں تک گئے۔ اس مشکل کی وجہ سے ایک انٹرویو مکمل کرنے میں کئی دن لگے۔ اس اشاعت میں ایکسپرٹ ایڈیٹر آسٹریلیا نے پروف ریڈنگ اور ایڈیٹنگ کی سروسز فراہم کیں۔

مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر قمر جعفری RMIT یونیورسٹی آسٹریلیا کے سوشل اینڈ گلوبل اسٹڈیز سینٹر سے عمرانیات (سوشیولوجی) میں پی ایچ ڈی ہیں۔ ان کی تحقیق کے موضوعات میں شناخت، نوجوان، سیاسی تشدد، قیامِ امن اور عدم تشدد پر مبنی شہری مزاحمت شامل ہیں۔ قمر جعفری کی حالیہ اشاعتوں میں جنوبی ایشیا میں ڈجیٹل امن تحریک پر ایک کتاب کا باب، پاکستان کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں سخت گیر شدت پسندی کے اسباب پر ایک جریدے میں تحریر اور پاکستان میں سیاسی تنازع اور ڈجیٹل فیمنزم پر ایک بلاگ تحریر شامل ہیں۔ انھیں تو دا پیس انسٹیٹیوٹ جاپان کی جانب سے ایک پالیسی بریف ایوارڈ، ICNC کی جانب سے عدم تشدد پر مبنی مزاحمت پر ایک فیلوشپ، لیزلے انٹرنیشنل کی جانب سے ایک امن گرانٹ اور RMIT کی جانب سے ایک انٹرنیشنل پوسٹ گریجویٹ ریسرچ اسکالرشپ ملی ہیں۔ انھوں نے عمرانیات میں ایم ایس کی سند انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے حاصل کی تھی۔

ICNC SPECIAL REPORT SERIES

ICNC اسپیشل رپورٹس کا مقصد تحقیق اور حقائق کو جوڑنا ہے۔ علمی ادب اور اعلیٰ معیار کے تجزیاتی اور تجرباتی تجزیے پر مبنی یہ اسپیشل رپورٹس شہری مزاحمت کے میدان میں سائنسی علم کو فروغ دے کر عوامی بیانیے کو بہتر بناتی ہیں اور کارکنوں، منتظمین، صحافیوں اور INGOs کے اراکین اور پالیسی کمیونٹی جیسے کرداروں کو تجاویز فراہم کر رہی ہیں۔

اسپیشل رپورٹس یہاں سے ڈاؤنلوڈ کے لیے مفت دستیاب ہیں:

https://www.nonviolent-conflict.org/

کتابی صورت میں خریدنے کے لیے بھی دستیاب ہیں۔

ICNC اسپیشل رپورٹ سیریز میں شامل دیگر کتب

Working Tirelessly for
Peace and Equality:
Civil Resistance and Peacebuilding in
Liberia

by Janel B. Galvanek
and James Suah Shilue, 2021

From the Hills to the Streets
to the Table:
Civil Resistance and Peacebuilding in
Nepal

by Subindra Bogati
and Ches Thurber, 2021

Sudan's 2019 Revolution: The Power of
Civil Resistance

by Stephen Zunes, 2021

How to Win Well: Civil Resistance
Breakthroughs
and the Path to Democracy

by Jonathan Pinckney, 2021

Preventing Mass Atrocities:
From a Responsibility
to Protect (RtoP) to a Right to Assist
(RtoA)
Campaigns of Civil Resistance

by Peter Ackerman
and Hardy Merriman, 2019

(Arabic, French, and Spanish translations
also available)

Nonviolent Resistance and Prevention of
Mass Killings During Popular Uprisings

by Dr. Evan Perkoski
and Dr. Erica Chenoweth, 2018

Powering to Peace: Integrated Civil
Resistance
and Peacebuilding Strategies

by Véronique Dudouet, 2017

(French translation also available)

وہ کون سے عوامل ہیں جو لوگوں کو انسانی حقوق، امن و انصاف کے حصول کے لیے عدم تشدد پر مبنی مزاحمت کا انتخاب کرنے کی تحریک دیتے ہیں؟ یہ اسپیشل رپورٹ پاکستان کے شمال مغربی قبائلی علاقوں میں استعماریت، سرد جنگ اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے طالبانائزیشن، ظلم و تشدد اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ساتھ تعلق پر انقلابی معلومات فراہم کرتی ہے۔ یہ معلومات تین سالہ عمیق عملی کام کا نتیجہ ہے جو پاکستان میں پشتون تحفظ موومنٹ کی عدم تشدد پر مبنی تحریک پر تحقیق سے حاصل کیا گیا ہے۔ یہ رپورٹ شہری مزاحمت سے وابستہ دانشوروں، پالیسی سازوں، سول سوسائٹی اور کارکنوں کی اہم باتیں پیش کرتی ہے جو اقلیتوں کو دبانے، تشدد کرنے، ان کے اخراج اور ناانصافی کی مختلف اشکال کی صورت میں استعماری مظاہر اور اس کی باقیات کا سامنا کر رہے ہیں۔

ICNC اسپیشل رپورٹ سیریز حقائق پر مبنی تحقیق شائع کرتی ہے جو شہری مزاحمت اور عدم تشدد پر مبنی تحاریک کے حوالے سے پالیسی مذاکروں کو تحریک اور تربیت دیتی ہے۔

یہ رپورٹ مثبت پیشہ ورانہ جائزے کے عمل سے گزری ہے۔

اشاعت از ICNC پریس

انٹرنیشنل سینٹر آن نان وائیلنٹ کونفلکٹ

600 نیو ہیمپشائر ایونیو این ڈبلیو،

سوئٹ 710 واشنگٹن، ڈی سی۔ 20037

www.nonviolent-conflict.org

ISBN 978-1-943271-81-8

90000>

9 781943 271818